خواتین عہد عثمانی

مؤلفہ
نصیر الدین ہاشمی

بیادگار سالگرہ سعادت بندگان اعلیٰحضرت سلطان العلوم میر عثمان علی خاں صاحب خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

سلسلہ اصلاح العشرہ نمبر ۶

خواتین عہد عثمانی

خواتین عہد عثمانی کی ہرجہتی ترقی پر تبصرہ

مؤلف
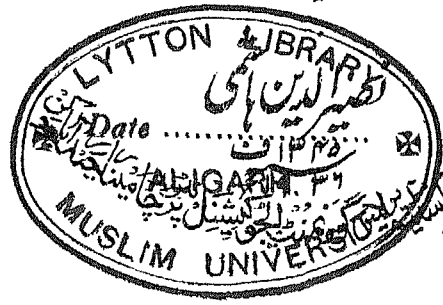
ظہیر الدین ہاشمی

سنہ ۱۳۴۵ ف

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل بک ڈپو چار مینار حیدرآباد دکن
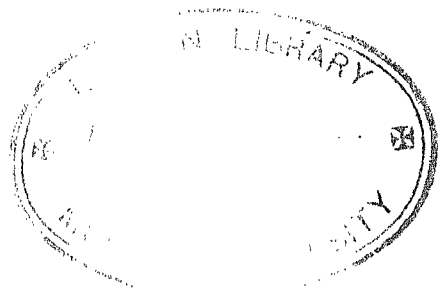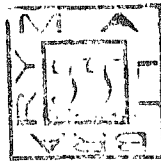
انتساب

اس ناچیز تالیف کو نہایت فخر و مباہات کے ساتھ

حضرت شہزادی درشہوار دردانہ بیگم صاحبہ

کے اسم گرامی پر معنون کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے فقط

نصیر الدین ہاشمی

(حیدرآباد)

عرض حال

حیدرآباد میں خاندانِ علم کا وہ خاندان جس کے ارکان مفتی محمد سعید خاںؒ
مرحوم، مولوی حسین عطاء اللہ مرحوم، مولوی عبدالقادر مرحوم، مولوی
صفی الدین مرحوم، اور مولوی محمد مرتضیٰ مرحوم تھے ستر سال سے توطن پذیر ہے
ارکانِ خاندان کی ایک معاشرتی اور تعلیمی انجمن بنام "انجمن اصلاح و تعمیر"
قائم ہے اور ارباب خاندان کے تالیفات کی اشاعت بھی انجمن کا
ایک مقصد ہے۔ یہ کتاب جو ایک رکنِ خاندان کی تالیف ہے انجمن کے
سلسلہ کی پہلی کتاب ہے۔

مسئلہ خواتین کا حل اب ہر خاندان کو پیش ہے اس کے لئے جس
نوعیت کے ادب کی ضرورت ہے یہ تالیف گویا اس کا مقدمہ ہے
یہ حقیقت اب واضح تر ہوتی جاتی ہے کہ سارے مشرق کے ساتھ
حیدرآباد کی خواتین کے نقطہ ہائے فکر و عمل میں بھی جدید حالات کے
تحت آہستہ مگر مستقل تغیر وقوع پذیر ہے، خیالات اور عادات کا ایک

جدید قالب برابر نشو و نما پا رہا ہے مشرق کی تہذیب رفتہ کے
لحاظ سے ایک خاتون کے لئے جن اوصاف کی ضرورت تھی وہ
اب خواب و خیال ہوتے جا رہے ہیں۔

ان تغیر پذیر حالات کا نظر غائر سے مطالعہ بہت ضروری ہے۔
اسباب و علل کی تحقیق تنقیح اور تحلیل نیز مستقبل کے لئے سیدھے راستہ کی
تلاش منجملہ ان فرائض کے ہے جو حیدرآباد کی نوجوان نسل کے ذمہ ہے

یہ کتاب ایک ابتدائی کوشش ہے اس امر کی کہ اس مسئلہ پر تعصب
اور تنگ نظری سے علیحدہ ہو کر غور کرنے والے اصحاب کے لئے مسالہ
اور مواد مہیا ہوتا جائے۔

جناب حافظ عبد العظیم صاحب معتمد انجمن عزیزیہ امداد باہمی (شاخ
انجمن اصلاح المسلمین و معتمد کتب خانہ سعیدیہ) کا شکریہ ادا کرنا بہت ضروری
ہے اگر ان کی توجہ شامل حال نہ ہوتی تو کتاب کی طباعت میں سہولت
پیدا نہ ہوتی۔

محمد غوث

(معتمد انجمن)

فہرست مضامین

د

۱۳

مولوی نصیرالدین صاحب ہاشمی سے میری قدیم ملاقات ہے۔
دکن میں اردو، اور یورپ میں دکھنی مخطوطات ان کی خاص اور مشہور تالیفیں ہیں جن کے متعلق ہندو دکن بلکہ لندن کے مشہور اور قابل ترین بزرگوں نے اپنی بہترین رائے کا اظہار کیا ہے انہیں حوصلہ افزائیوں کے تحت ہمارے دوست آئے دن کچھ نہ کچھ لکھتے پڑھتے رہتے ہیں
ان کی تالیف زیر بحث **خواتین عہد عثمانی** اپنے طرز کی ایک جدید تالیف ہے،
جس میں خواتین دکن کی بیداری کے اسباب بتاتے ہوئے ان کی ہر قسم کی ترقیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بعد استقراران قابلہ طالبات اور خواتین کے نام بھی بتائے گئے ہیں، جنھوں نے حصول

ترقی میں بہت کچھ ترقیاں کی ہیں، اور علاوہ علم و فن کے خصوصیت کے ساتھ فنون لطیفہ، شاعری، موسیقی، مصوری، اداکاری میں مہارت اور کمال حاصل کیا ہے۔

موسیقی، مصوری، اداکاری کے نمونے تو پیش نہیں کئے جا سکتے لیکن جن خواتین کا شاعری میں شمار کیا گیا ہے ان کی شاعری کے نمونے تو پیش کئے جا سکتے تھے لیکن نہیں معلوم مولف صاحب نے اس طرف کیوں توجہ نہیں کی۔[1]

بہر حال ہمارے دوست کی یہ تالیف جس کا مواد بڑی کوششوں سے فراہم کیا گیا ہے،

امید ہے کہ علی العموم اور طبقہ نسواں میں علی الخصوص مقبول ہو کر ان کی آیندہ حوصلہ افزائیوں کا باعث اور مردوں کے دوش بدوش، بلکہ ان سے بھی چل نکلنے کا سبب ہوگی۔

ماشاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن

سید احمد حسین امجد

درویش منزل
حیدرآباد دکن

---

[1] بعض خواتین کے کلام کا نمونہ شامل کر دیا گیا ہے ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواتین عہد عثمانی

مقدمہ

عہد عثمانی کی بعض ہمہ گیر ترقیوں کا ذکر آج سے پہلے چند ارباب نظر نے مختلف طور پر کیا ہے، مثلاً ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے "عہد عثمانی میں اردو کی ترقی" لکھی پروفیسر عبدالقادر سروری نے "تعلیمی ترقی" کی تفصیل بیان کی اور رائے جانکی پرشاد صاحب نے "عصر جدید" کے نام سے تالیف کی ہے امید ہے کہ یہ کتابیں آیندہ زیادہ دقت نظر سے لکھی جانے والی کتابوں کا مقدمہ ثابت ہوں گی۔

یہ تمام کتابیں ایک علم دوست اور قدر شناس عہدہ دار (مولوی

سید خورشید علی صاحب (ناظم دفتر دیوانی و مال وغیرہ) کی علمی دلچسپی اور سرپرستی کے باعث وجود میں آئی ہیں، آپ کی یہ علمی دلچسپی اور اہل علم کی قدر دانی دوسروں کے لئے ہر طرح قابل تقلید ہے،۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد عثمانی کے اس پچیس سال کے عرصہ میں قلمرو آصفیہ نے جو ہر جہتی ترقی کی ہے وہ ایسی کئی مستقل تصانیف کی مستحق ہے،۔

منجملہ دیگر علمی، تمدنی، اور معاشرتی ترقیوں کے خواتین کا احساس بیداری اور ہر جہتی ترقی کے لئے ان کا مردوں کے دوش بدوش آمادہ عمل ہوجانا "عہد عثمانی" کی ایک نمایاں خصوصیت ہے،

اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کے تخت نشینی کے "جشن سیمین" کی تقریب مبارک میں یہ کتاب جس میں خواتین کی ہر بیداری کا ذکر کیا گیا ہے، یوسف کی خریداری کے لئے ایک ضعیفہ کا سوت لے جانے کے مصداق ہے،۔

خواتین کی بیداری اور ان کے شوق عمل کے تذکرہ کی کوشش کا یہ پہلا قدم ہے، اس لئے اس میں فروگزاشتوں کا ہونا لازمی ہے خصوصاً اس وجہ سے بھی جبکہ معلومات کے ذرائع باوجود کوشش محدود رہے، سوا چند خواتین کے کسی نے ہماری صدا پر لبیک نہیں کہا۔

اس موقع پر جن اصحاب اور خواتین نے از راہ کرم امداد اور اعانت فرمائی اور معلومات بہم پہونچائی ہیں ان کا اظہار نہ کرنا اور شکریہ ادا نہ کرنا احسان فراموشی ہوگی،

جناب خان فضل محمد خاں صاحب ناظم تعلیمات نے اپنی مہربانی سے مدارس اور طالبات کے اعداد عنایت فرمائے، جناب مولوی حمید احمد انصاری صاحب مسجل جامعہ عثمانیہ، جناب ڈاکٹر حاجی حیدر علی خاں صاحب پرنسپل میڈیکل کالج، اور جناب احمد عبد اللہ صدیقی صاحب کے ذریعہ سے جامعہ عثمانیہ، میڈیکل کالج اور نظام کالج کے اعداد شمار وصول ہوئے اور جناب سید علی اکبر صاحب صدر مہتمم تعلیمات نے دست کاری کے انعامات کی فہرست مرحمت فرمائی ؛

جناب مس آمنہ پوپ نے از راہ کرم بڑی ہمدردی ظاہر فرمائی اور مفید معلومات کے فراہم کرنے میں پوری پوری مدد دی،

جناب مسز جمال الدین، جناب مس خان (محمودہ بیگم بی اے) اور جناب مسز ہیں اے جبار اور مس ڈی دلامئے معلومات کے ذخیرہ میں اضافہ فرمایا،

جناب صغرا بیگم ہمایون مرزا، جناب مسز آر۔ وی پلے کا خصوصیت کے ساتھ شکر گزار ہوں کہ اول الذکر نے چالیس سے

زیادہ اور ثانی الذکر نے بیس سے زیادہ خواتین کے حالات وغیرہ عنایت فرمائے'

حفیظہ جمال بیگم (مسز برہان الدین حسین) کے ذریعہ سے اورنگ آباد وغیرہ کے خواتین کے حالات معلوم ہوئے'

مسز سروجنی نائیڈو' مس پدمجا نائیڈو' مس لیلا نائیڈو' مسز فیض الدین صدر مہتمم تعلیمات' سارہ بیگم' مس ین شاہ' مس ار چھٹوپادیا' مسز سید فخر الدین مسز ولنکر نے بھی اعانت کی'

ان خواتین کے علاوہ جن دوسرے کرم فرماؤں نے مدد دی وہ سید عبد الرزاق صاحب بسمل اڈیٹر شہاب' پروفیسر سید رحمت اللہ صاحب' سید مجتبیٰ علی نقوی صاحب' صدر نامپلی ہائی اسکول۔ یٰسین علی خاں صاحب یم۔اے (علیگ) اور میجر شمشیر مرزا صاحب ہیں۔

ناشکر گزاری ہوگی اگر میر طاہر علی خاں صاحب معتمد پیشی عالیجناب ولیعہد بہادر کا نام نہ لیا جائے جن کی مہربانی سے کتاب کو معنون کرنے کی عزت حاصل ہوئی فقط

نصیر الدین ہاشمی

۵

اسباب بیداری

خواتین کی بیداری کے متعلق کسی وضاحت سے پہلے مختصر طور پر ان کی بیداری کے اسباب پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے،

(۱) سب سے پہلے مولوی محب حسین مرحوم کا نام لینا ضروری ہے، جنھوں نے اس زمانہ میں جب کہ خود ہندوستان میں بھی کسی کوشش کا آغاز نہیں ہوا تھا، عورتوں کی تعلیم اور تربیت کی جانب توجہ کی اور اپنے لکچروں اور مضامین کے ذریعہ عورتوں کو بیدار کرنے اور ان کو تعلیم کی جانب متوجہ کرنے میں بڑا نمایاں حصہ لیا، اس سلسلہ میں ان کو ہدف مطاعن بننا پڑا اور ان کے راستہ میں بڑی دقتیں پیدا ہوئیں، لیکن باوجود اس کے محب حسین مرحوم کے قدم نہیں ڈگمگائے اور انہوں نے ایک عرصہ دراز تک اپنی کوشش و سعی کا

سلسلہ جاری رکھا،

لیکن محب حسین مرحوم کے ساتھ بعض نام ایسے ہیں کہ اُن کا تذکرہ نہ کرنا احسان مندی کے خلاف ہوگا،

نواب ممتاز یار الدولہ بہادر نے جو اب بزرگوں کی یادگار ہیں، مولوی محب حسین کا ہاتھ بٹانے میں بڑی سرگرمی سے حصّہ لیا، اور ان کی آواز کا عملی جواب دینے میں کوشش کا حق ادا کیا،

مولوی سید خورشید علی صاحب (ناظم دفتر دیوانی و مال و ملکی وغیرہ) نے ایک سچے رضاکار کی طرح اپنی دماغ کی بہترین قوتیں نسوانی سدھار پر صرف کی ہیں، اپنے مضامین اور لکچروں سے مولوی محب حسین مرحوم کی کوشش وسعی کو آگے بڑھانے میں بہت ہی گراں قدر حصّہ لیا، آج جب کہ نسوانی بیداری اور ترقی کا ایک مسرّت آگین نظارہ پیش ہے اس کے ایک ابتدائی حقیقی رضاکار کے لئے روحانی سود و سرور کا سامان مہیا ہے،

(۲) ترقی نسواں کی ایک بڑی وجہ حضرت سلطان العلوم خلداللہ ملکہٗ کی مسند نشینی بھی ہے، اعلیٰحضرت کے عنان حکومت اپنے

ہاتھ میں لینے کے ساتھ ہی جملہ سررشتہ جات میں برقی لہر دوڑ گئی اور وہ ترقی کے زینے طے کرنے لگے' علم و فن کی طرف لوگوں کی طبیعتیں مائل ہوگئیں اور وہ تالیف و تصنیف کے میدان میں جولانی دکھانے لگے' اس طرح خواتین میں بھی ترقی کی حرکت پیدا ہوئی گویا خواب سے بیدار ہوئیں۔

(۳) خواتین کی بیداری کی تیسری وجہ حیدر آباد ایجوکیشنل کانفرنس کا قیام بھی ہے۔ کانفرنس کی توجہ شروع ہی سے تعلیم نسواں کی جانب رہی۔ چنانچہ پہلے ہی سال کانفرنس کا جو اجلاس عالیجناب نواب رائٹ انریبل سر اکبر حیدری کے زیر صدارت منعقد ہوا' اس میں حسب ذیل تحریک پیش ہوئی تھی:-

"سرکار عالی سے استدعا کی جائے کہ تعلیم نسواں کے وسیع پیمانہ پر ہونے کی تدابیر اور ان کے عمل میں لانے کے طریقوں کی دریافت کے لئے ایک خاص کمیشن مقرر کیا جائے"

تحریک بالاتفاق منظور ہوئی؛ اس تحریک کے پیش ہونے سے قبل مسز سروجنی نائیڈو نے اپنی ایک تقریر میں تعلیم نسواں کے وسیع پیمانہ پر ہونے کی ضرورت پر ایک نہایت

پر جوش فصیح و بلیغ تقریر کی۔

دوسرے سال کانفرنس کا اجلاس اورنگ آباد میں منعقد ہوا اور وہاں حسب ذیل تحریک منظور ہوئی:-

"اس کانفرنس کی رائے میں تعلیم نسواں زیادہ تر السنہ ملکی کے ذریعہ سے ہونی چاہئے، عورتوں کا نصاب ان کی ضروریات کے لحاظ سے علیحدہ مرتب اور اس کے لئے خاص کوشش ہونی چاہئے"

اس کے بعد بھی کانفرنس میں وقتاً فوقتاً اس مسئلہ پر برابر توجہ ہوتی رہی،

(۴) کانفرنس کی طرح دوسری انجمنوں نے بھی ترقی نسواں کے لئے بڑا کام کیا ہے، مثلاً سید ہمایون مرزا صاحب کی انجمن جو ۱۸۹۶ء میں انجمن ترقی نسواں کے نام سے قائم ہوئی تھی اور عرصہ تک کامیابی سے اپنا کام کرتی رہی۔

(۵) سررشتۂ تعلیمات نے مختلف درجے کے مدارس نسواں کا سارے ممالک محروسہ میں جو جال بچھا دیا وہ بھی ایک بہت قوی سبب ہے خواتین میں بیداری پیدا ہونے کا۔

(۶) چھٹی وجہ جامعہ عثمانیہ کا قیام ہے، اس کے باعث جس طرح

مردوں میں تعلیم کی روح پیدا ہوگی اسی طرح خواتین میں بھی حصول علم کا تازہ شوق پیدا ہوا۔

(۷) ہندوستان اور یورپ کی سیاسی ہل چل اور جدید معاشرتی تغیرات اور اس میں خواتین کے حصہ لینے کا اثر یہاں بھی پیدا ہوا اور یہاں کی خواتین بھی اپنی کمزوری کو محسوس کرنے لگیں ظاہر ہے کہ کسی امر کا احساس کسی نہ کسی جدید تحریک کا باعث ہوتا ہے۔

(۸) آخری وجہ اعلحضرت حکیم السیاست کی وہ حکیمانہ فراست ہے، جس کے باعث آپ نے اپنے شہزادگان والا شان کی شادی ترکی شہزادیوں سے فرمائی۔ اور ان عالی نژاد اور بلند اخلاق شہزادیوں نے، حیدرآباد کی خواتین میں بلاشبہہ ترقی اور تعلیم کی نئی روح پھونکی۔

یہ وہ چند اہم وجوہ ہیں جن کے باعث ہماری خواتین میں بیداری پیدا ہوئی اور وہ میدان ترقی میں گام زن ہوئیں۔
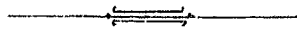
گزشتہ تعلیمی حالت پر ایک نظر، تعلیمی ترقی، کلیہ اناث و نامپلی ہائی اسکول، محبوبیہ گرل اسکول، ہائی اسکول اندرون بلدہ، مدرسہ تعلیم المعلمات اسٹینلی گرل اسکول، مخلوط تعلیم اعلیٰ علمی قابلیت، طبابت، جاگیریں انتظام، ملازمتیں،

گزشتہ تعلیمی حالت پر ایک نظر تاریخ اسلام اور تاریخ ہندوستان کو چھوڑ دو خود تاریخ دکن سے اس امر کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ ہمارے ملک کی بیشتر خواتین علم و فن کی شایق اور شعر و سخن کی دلدادہ تھیں، ان کی علمی قابلیت مسلمہ اور ان کی شعرگوئی و سخن فہمی مانی ہوئی تھی۔ تاریخ کے صفحات ہمیں بتاتے ہیں کہ جہاں چاند سلطانہ کی سی بہادر و دلاور ہستی نے میدان جنگ میں نام آوری پیدا کی تو وہیں خدیجہ سلطان شہر بانو جیسی باکمال خاتون علم و فن کی سرپرستی اور شعر و سخن کی قدر دانی کے باعث

ممتاز ہوئی۔

اگرچہ زمانہ سابق میں آج کل کی طرح عام طور سے مدارس نسواں کا دستور نہیں تھا، مگر متوسط درجہ کی خواتین کا بڑا حصہ تعلیم یافتہ تھا، ان کی تعلیم گھر ہی پر بزرگان خاندان کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ وہ عربی، فارسی، سنسکرت کی تعلیم حاصل کرتیں بعض عورتیں تو معمولی اور ابتدائی تعلیم حاصل کرکے اپنی تعلیم کا سلسلہ ختم کردیتی تھیں، لیکن بعض عربی اور فارسی کی انتہائی تعلیم حاصل کرتی تھیں اور اپنی بہترین قابلیت سے مردوں پر سبقت لے جاتی تھیں۔

سلاطین آصفیہ نے ابتدا ہی سے علم و فن کی سرپرستی کی ہے ان کے جود و سخا سے چمنستان علم کی آبیاری ہوتی رہی ہے، علماء اور فضلا کو بیش قرار مناصب و جاگیریں اور طلباء کو روزینے مقرر کئے جاتے تھے، تا یہ لوگ فکر معاش سے مستغنی ہوکر تحصیل علم میں مصروف رہیں۔ خانقاہوں، مٹھوں کو اس غرض سے امداد دی جاتی تھی اور انعامات مقرر کئے جاتے تھے کہ طلباء اور مدرسین کی خبرگیری کی جائے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہے۔

سلطنت آصفیہ کے ابتدائی زمانہ میں ذکور کی تعلیم کا انتظام بڑی حد تک موجود تھا، اور اس کا تعلق صدر الصدور سے تھا، مگر

اناث کی تعلیم کا کوئی باقاعدہ انتظام یا مدرسہ نہیں تھا، سلطنت آصفیہ میں سب سے پہلے ۱۲۹۲ف (۱۸۸۲ء) میں مدرسہ نسواں کی جانب توجہ کی گئی، اس کے بعد رفتہ رفتہ ترقی ہوتی گئی۔

عہد عثمانی کے آغاز کے ایک سال پہلے ۱۳۱۹ف میں قلمرو آصفی میں تعلیم نسواں کی جو حالت تھی اس کا اظہار اس مقام پر بے موقع نہیں ہے۔ اس سے اس امر کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آغاز تعلیم کے ستائیس سال بعد تعلیمی حالت اور اس کی رفتار کیا رہی۔

۱۳۱۹ف / ۱۹۰۹ء میں مدارس ابتدائی کی جملہ تعداد بلدہ اور اضلاع میں صرف (۷۹) تھی جس میں سے (۳۷) سرکاری اور (۴۲) خانگی و امدادی تھے۔ سرکاری مڈل اسکول بلدہ میں دو تھے اضلاع میں کوئی مڈل اسکول نہیں تھا۔ ہائی اسکول بلدہ میں تین تھے جن میں سے دو سرکاری اور ایک خانگی تھا۔ تعلیم المعلمات کا کوئی سرکاری مدرسہ نہیں تھا، البتہ دو خانگی مدرسے تھے[1] اس کے مقابل اس زمانہ میں ہمارے ایک ہمسایہ صوبہ مدراس میں اس وقت مدارس نسواں کی جو تعداد تھی وہ بیان کی جاتی ہے۔

---

[1] رپورٹ مہو

ہائی اسکول (١٤) مڈل اسکول (١٦٨) پرائمری اسکول (٨٧٧)
تعلیم المعلمات (١٨)

ممالک محروسہ سرکار عالی میں طالبات کی تعداد ١٣١٩ف
میں حسب ذیل تھی۔

ابتدائی ۔	٥٤٢٩
مڈل	٨١
فوقانیہ	٢٤
معلمات زیر تعلیم	٨٣
جملہ	٥٦١٨

اسی سنہ ١٣١٩ ف میں کسی لڑکی نے میٹرک یا اسکول لیونگ کے امتحان میں کامیابی حاصل نہیں کی تھی، البتہ (١٨) لڑکیاں مڈل کے امتحان میں کامیابی حاصل کی تھیں۔

سنہ ١٣١٩ ف میں جو اخراجات تعلیم نسواں کے متعلق ہوئے تھے اس کے اعداد حسب ذیل ہیں:-

شاہی	[illegible]	(٥٨٥٨٤)
لوکل فنڈ	[illegible]	(١٢٢٦٥)

از فیس روپے (۱۷ ۲ ۶۵)

جملہ روپے (۸۸ ۱۰۵)

اس میں سے چالیس ہزار روپیہ صرف بلدکے دو ہائی اسکولوں پر صرف ہوتے تھے اور باقی رقم دیگر مدارس پر خرچ ہوتی تھی۔

تعلیم نسواں اور مدارس کی جو عام حالت تھی اس کا ذکر میہو (   ) نے اپنی رپورٹ میں حسب ذیل کیا ہے۔

"مدارس کی بد انتظامی کی وجہ سے تعلیم نسواں کے اغراض اور اس کے نظم ونسق کے متعلق لوگوں پر غلط اثرات قائم ہوتے تھے اسی وجہ سے اعلیٰ درجہ کے لوگ اپنی اولاد کو مدارس میں روانہ کرنے پر مائل نہیں تھے۔ ان مدارس کی استانیاں ایسی تھیں جن کو اردو بھی درست نہ آتی تھی۔ بلکہ شد بد سے واقف ہوتی تھیں، عربی و فارسی سے اتنی واقف ہوتیں کہ قرآن پڑھ لیتی معمولی حساب سے بھی واقف نہ ہوتی تھیں۔ ان کے خاندان بھی اچھے نہیں ہوتے تھے۔ مدرسہ کے مکانات نہایت خراب و خستہ حالت میں ہوتے تھے"

اس زمانہ کے طالبات کے متعلق میہو نے لکھا ہے:۔

"اردو کی چوتھی اور فارسی کی پہلی پڑھ سکتی ہیں معمولی حساب درست طریقہ سے نہیں کرسکتیں، کشیدہ کاری وغیرہ نہیں آتی۔ سارے مدرسے میں ایک سوئی ہوتی ہے، گھریلو امور کی جانب کوئی توجہ نہیں، ورزش جسمانی مفقود ہے، شکرم کا انتظام نہیں ہے"
رائٹ آنریبل سرحید نواز جنگ بہادر نے بحیثیت صدر حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس جو خطبہ سنہ ۱۳۲۴ف میں پڑھا تھا اس میں آپ نے کہا تھا:-

"یہ وقت تعلیم نسواں کے فوائد اور نقصانات پر بحث کرنے کا نہیں ہے، بحثوں کا وقت گزر گیا، اب عمل کا زمانہ ہے، ہمیں اب کچھ کرکے دکھانا چاہیئے۔ موجودہ کی اصلاح اور آئندہ کی فکر ہونی چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ یہ وقت لا طائل بحثوں میں گزر جائے اور ہمیں آئندہ نسلوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے، مجھے یہ ذکر کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اس ملک میں خواندہ عورتوں کی تعداد ہزار میں صرف چار ہے، اور اگر بلدہ کو خارج کردیا جائے۔ تو یہ تعداد فی ہزار ۲½ ہی رہ جاتی ہے، جو قابل افسوس ہے
کانفرنس کو یہ امر مد نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ اگر اپنے ملک کو تعلیم یافتہ بنانا چاہتی ہے تو تعلیم نسواں کی جانب سب سے زیادہ

فکر کرے، اس ملک میں خواندہ اشخاص کی جو کمی دکھائی گئی ہے یعنی فی ہزار (۲۸) تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عورتیں تعلیم میں مردوں سے بہت پیچھے ہیں، اور اس کمی کا اثر عام اوسط پر پڑا ہے، اگر عورتوں کو خارج کر دیا جائے تو خواندہ مرد فی ہزار (۵۱) ہوں گے[1]۔

اس پوری تفصیل سے ہماری تعلیمی پستی کا حال بخوبی واضح ہو سکتا ہے اب ہم آیندہ صفحات میں عہد عثمانی کی ترقیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

---

[1] رپورٹ حیدر آباد ایجوکیشنل کانفرنس

تعلیمی ترقی

اعلیٰحضرت سلطان العلوم کی تخت نشینی کے ساتھ ہی تعلیمی پستی کے دور کرنے کی جانب پوری توجہ کی گئی، اور تعلیمی نقائص کو معلوم کرنے اور ان کے رفع کرنے کی تدابیر بتانے کے لئے ایک ماہر تعلیم کا تقرر بحیثیت مشیر عمل میں آیا، انہوں نے اپنی رپورٹ کے ایک باب میں تعلیم نسواں پر بحث کی ہے اور تفصیل کے ساتھ نقائص اور ان کے اسباب و وجوہ پر روشنی ڈالی ہے، انہوں نے نسوانی تعلیمی پستی کے جو وجوہ بتائے ہیں ان میں سے اہم یہ ہیں۔

(الف) قابل استانیوں کی کمی اور ان کی عدم دستیابی۔

(ب) "ناظرات" کی کمی اور ان کی جانب سے اچھی رہبری کا فقدان

(ج) نصاب تعلیم کی خرابی۔

میہو نے اپنی رپورٹ میں ترقی تعلیم نسواں کے متعلق جن امور کی سفارش کی تھی، ان کا اظہار اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے

(۱) ایک انسپکٹرس آف اسکولس کا تقرر کیا جائے' اور اس کے دو مددگار ہوں' ان میں سے ایک تلنگی کی ماہر ہو اور دوسری مرہٹی سے واقف ہو' اُن کی ماہوار اچھی ہو ں ۔

(۲) اضلاع میں ٹریننگ کلاس اور مدارس قائم کئے جائیں تا مدارس ابتدائی کے لئے معلمہ دستیاب ہو سکیں ۔

(۳) وظائف دئے جائیں ۔

(۴) اخراجات میں اضافہ کرکے یہ دو لاکھ چھتیس ہزار کردے جائیں،

(۵) نصاب تعلیم کی کامل اصلاح ہو۔ حیدر آباد کے اسکول لیونگ سرٹیفکٹ کے نصاب کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ وہ عورتوں کے خانگی زندگی کے لئے زیادہ کارآمد ہو سکے ۔ اس کو آسان بھی کر دینا چاہیئے' امتحانی مضامین کم ہوں' اسی طرح کا عمل مڈل کے نصاب میں بھی ہونا چاہیئے ۔ پکوان کا خاص طور سے انتظام ہو' اس وقت اقلیدس اور جبر و مقابلہ پر زور دیا جاتا ہے' اس پر آیندہ توجہ کم ہونی چاہیئے حیدر آباد کی تاریخ اور جغرافیہ پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے' باغبانی کی جانب بھی توجہ کرنی چاہیئے سائنس میں حفظان صحت' علم حیات اور نباتیات کو شامل کرنا چاہیئے ۔

(۶) لڑکیوں کا نصاب لڑکوں سے بالکل جداگانہ ہونا چاہیئے ۔

(۷) مخلوط تعلیم کو رواج نہ دینا چاہیئے۔[1]

میہو کی رپورٹ سنہ ۱۳۲۱ف (۱۹۱۱ء) میں شائع ہوئی اور اس کے سفارشات
پر کسی قدر ترمیم کے ساتھ عمل ہونے لگا، چنانچہ سنہ ۱۳۳۱ف (۱۹۲۱ء) میں
صدر مہتممہ مدارس کا عہدہ قائم اور اس پر مسز انگلیریم۔اے کا
تقرر کیا گیا، نصاب میں بھی ضروری اصلاح ہوئی، مدارس کی تعداد
میں اضافہ ہونے لگا، طالبات کی تعداد میں خاصی بیشی ہوگئی مدارس
تعلیم المعلمات قائم ہوئے، کلیہ اناث کا قیام ہوا،

ذیل میں ساتھ ساتھ سنہ ۱۳۱۹ف (۱۹۰۹ء) اور سنہ ۱۳۴۳ف (۱۹۳۳ء) کے اعداد
پیش کئے جاتے ہیں، ان سے ترقی کی پوری کیفیت ظاہر ہوسکتی ہے

سنہ	مدارس ابتدائی وتحتانیہ			مدارس وسطانیہ			مدارس فوقانیہ		
	سرکاری	امدادی	میزان	سرکاری	امدادی	میزان	سرکاری	امدادی	میزان
سنہ ۱۳۱۹ف	۳۷	۴۲	۷۹	۲	×	۲	۲	۱	۳
سنہ ۱۳۴۳ف	۴۰۲	۲۷۵	۶۷۷	۷	۱۳	۲۰	۴	۴	۸

[1] رپورٹ میہو

سنہ ۱۳۴۳ف کے اعداد کی مزید تفصیل حسب ذیل ہے۔

مدارس ابتدائی و تحتانی

سرکاری و یونی	صرفخاص	لوکلفنڈ	ازمایشی	امدادی	غیرامدادی	جملہ	کیفیت
۳۰۶	۷	۷۲	۱۷	۲۴۶	۲۹	۶۷۷	

مدارس وسطانیہ

سرکاری	امدادی	غیرامدادی	جملہ	کیفیت
۷	۵	۸	۳۰	

مدارس فوقانیہ

سرکاری ۔ ۴ امدادی ۔ ۴ جملہ ۸

اس نقشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۱۳۱۹ف میں ہر قسم کے جملہ مدارس کی تعداد صرف (۸۴) تھی اور کوئی کالج نہیں تھا، پچیس سال میں جملہ مدارس کی تعداد (۷۰۵) ہوگئی، اس کے علاوہ ایک کالج بھی ہے، جو آیندہ ترقی کا ایک درخشاں پیش خیمہ ہے۔

اسی طرح اب طالبات کی تعداد میں جو اضافہ ہوا ہے اس کا حال ذیل کے نقشے سے ظاہر ہوگا۔

سنہ ۱۳۱۹ ف

ابتدائی	وسطانی	فوقانی	اعلیٰ	جملہ
۵۴۲۹	۸۱	۲۴	×	۵۵۳۴

سنہ ۱۳۴۳ ف

ابتدائی							وسطانی				فوقانی		
سرکاری دیوانی	صرف خاص	لوکل فنڈ	آزمائشی	امدادی	غیر امدادی	جملہ	سرکاری	امدادی	غیر امدادی	جملہ	سرکاری	امدادی	جملہ
۲۴۳۰۸	۹۹۰	۳۶۰۱	۴۴۸	۱۰۳۶۰	۲۲۶۷	۴۱۹۷۴	۱۱۹۲	۸۲۳	۱۳۶۳	۳۳۷۸	۱۳۷۸	۱۲۸۵	۲۶۶۳

اعداد جملہ (۴۸۰۱۵)

یہ تعداد سنہ ۱۳۴۳ ف کی ہے، سنہ ۱۳۴۴ ف کے اعداد ہنوز مرتب نہیں ہوے ہیں سنہ ۱۳۴۴ ف کی کالج کے طالبات کی تعداد بھی درج کی جاتی ہے۔

قیام سنہ ۱۳۰۰ف (۱۸۹۰ء) میں عمل میں آیا مس اینس صدر معلمہ مقرر ہوئیں، اس وقت کل مدرسہ میں سولہ لڑکیاں شریک تھیں، ترقی کی رفتار بہت سست تھی چنانچہ سترہ سال کے بعد ۱۳۱۷ف میں لڑکیوں کی تعداد (۶۵) سے زیادہ نہ ہوسکی، ۱۳۱۹ف (۱۹۰۹ء) میں اوسط حاضری (۷۷) تھی۔ متوسط طبقے کی لڑکیاں یہاں تعلیم حاصل کرتی تھیں ماہوار اخراجات ([illegible]) ہوتے تھے، یہاں اس وقت مدراس یونیورسٹی کے میٹرک اور حیدر آباد کے مڈل کے لئے تعلیم دی جاتی تھی مگر مدراس یونیورسٹی نے اس مدرسہ کو تسلیم نہیں کیا تھا، اس لئے لڑکیاں غیر سرکاری طور پر امتحان میں شریک ہوتی تھیں ۱۳۱۶ف (۱۹۰۶ء) کے امتحان میٹرک میں تین لڑکیاں شریک ہوئیں مگر کسی نے کامیابی حاصل نہیں کی۔ البتہ مڈل میں تیرہ (۱۳) لڑکیاں شریک اور نو کامیاب ہوئیں، بقول میہو دونوں جماعتوں کے نصاب مناسب حال نہیں تھے[1] یہ ہے مختصر صراحت آج سے پچیس سال پہلے کی۔

اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ کی تخت نشینی کے ایک سال بعد ۱۳۲۱ف (۱۹۱۱ء) میں طالبات کی تعداد (۹۵) ہوگئی، اور پھر اس کے بعد روز بروز ترقی ہونے لگی۔ میہو کے کئی سفارشات پر جو خاص اس مدرسہ سے

---

[1] رپورٹ میہو،

متعلق تھیں عمل کیا گیا۔

اس وقت جملہ طالبات کی تعداد (۵۷۵) ہے جس میں سے (۳۴) طالبات کالج کی جماعتوں میں (۵۴۱) طالبات طبقہ فوقانیہ اور ابتدائی میں تعلیم پاتی ہیں۔ اس وقت بھی یہاں دو قسم کی تعلیم ہوتی ہے، ایک تو جامعہ عثمانیہ سے متعلق جس کی ابتدائی جماعتوں سے اعلیٰ جماعتوں یعنے بی۔ اے اور بی۔ یس۔ سی تک کی تعلیم کا انتظام ہے "کلیہ اناث جامعہ عثمانیہ" کے نام سے مدرسہ کا یہ حصہ موسوم ہے۔ اس کے علاوہ سرکار عالی کے امتحان اسکول لیونگ سرٹیفکٹ کے لئے طالبات تیار کی جاتی ہیں، اس امتحان میں کامیاب ہونے والیں طالبات کے لئے کسی علحدہ کالج کا انتظام نہیں ہے، بلکہ ایسی لڑکیاں نظام کالج میں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اس کی صراحت مخلوط تعلیم کے ذکر میں آئے گی۔

کلیہ اناث ۱۳۳۳ف میں قائم ہوا، اور ۱۳۳۵ف میں پہلا امتحان یف۔ اے ہوا، جس میں چار لڑکیاں شریک ہوئیں ان میں سے تین پورے طور پر کامیاب ہوئیں اور ایک صرف ایک گروپ میں ناکام رہی اس طرح پہلے ہی سال نتیجہ نہایت قابل اطمینان رہا۔ ۱۳۳۵ف سے بی۔ اے کی تعلیم کا بھی انتظام

کردیا گیا۔ اس وقت علاوہ بی۔ اے کے بی۔ یس۔ سی کی بھی تعلیم ہوتی ہے، اور فی الحال حسب ذیل فنون کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے

شعبہ فنون | لسانیات (انگریزی، اردو، عربی، فارسی)
تاریخ (تاریخ اسلام، تاریخ ہند، تاریخ انگلستان سیاسیات) معاشیات، اخلاقیات۔

شعبہ سائنس | انگریزی، ریاضی، طبعیات، کیمیا، حیاتیات، نباتات،

کالج کی تعلیم کے لئے علاوہ پرنسپل کے آٹھ خواتین پورے طور پر اور سات خواتین بعطائے الونس چند ساعتوں کے لئے کالج کی جماعتوں کو تعلیم دیا کرتی ہیں،

اس مدرسہ میں دستکاری، پکوان، مصوری، اور موسیقی کا بھی انتظام ہے اساتذہ کی کانفرنس کی نمائش میں عمدہ دستکاری اور مصوری کے صلہ میں انعامات ہر سال ملا کرتے ہیں۔

ورزش جسمانی کا خاص انتظام ہے، ڈرل اور مختلف کھیل ٹینس، بیڈمنٹن اور ہاکی وغیرہ کا انتظام ہے، کھیلوں کا مقابلہ بھی دوسرے مدارس نسواں سے ہوتا ہے، ورزش جسمانی کے لئے ایک عیسائی خاتون مس شاہ اور دوسری مسلم خاتون نجم النساء بیگم جنہوں نے انگلستان سے خاص طور سے اس کی تعلیم حاصل کی

ہیں مقرر ہیں، دونوں استانیاں نہایت محنت اور دلچسپی سے اپنے
کام میں مصروف ہیں۔

اسکول اور کالج میں گرلز گیڈز، وغیرہ کی تین جماعتیں ہیں
کالج سے جو جماعت متعلق ہے وہ رینجرس
کہلاتی ہے، اسکول سے جو متعلق ہے وہ گرلز گریڈز کے نام
سے موسوم ہے اور تحتانی جماعتوں سے متعلق جو جماعت ہے
اس کا نام بلوبرڈز ہے۔

اسکول اور کالج کے طالبات مختلف ڈراموں وغیرہ میں
عمدگی سے اداکاری کرتی ہیں، خواہ انگریزی ڈرامہ ہو یا اردو
دونوں میں خاصی مہارت پیدا کرائی گئی ہے۔ مختلف موقعوں پر
یہ کھیل ہوتے ہیں، بعض مرتبہ مدرسہ کے علاوہ عام خواتین کے
لئے بذریعہ ٹکٹ انتظام کیا جاتا ہے، اور اس کی آمدنی مختلف
خیراتی اور رفاہ عام کے کاموں میں دی جاتی ہے،

مختلف مواقع پر لڑکیوں نے چندہ جمع کیا ہے چنانچہ زلزلہ
بہار کے موقع پر ([illegible]) عثمانیہ اور ([illegible]) کلدار کا چندہ
اس مدرسہ سے ارسال ہوا ہے، زلزلہ کوئٹہ کے موقع پر اب تک
کئی سو روپیہ فراہم کئے گئے ہیں اور سلسلہ جاری ہے۔

اس مدرسہ کے صدر اور معلمات کا ایک اور ایثار قابل ذکر ہے وہ یہ کہ وہ خاص اپنے چندوں سے نادار طالبات کو وظائف دیتی ہیں، چنانچہ گزشتہ دو سال میں (صہ ۵۰۰۰) کی رقم فراہم کی گئی ہے اور ماہوار ایک سو بارہ روپیہ وظائف دئے جاتے ہیں۔

مختصر پیمانہ پر سائنس کے آلات بھی فراہم ہیں اور طالبات عملی تعلیم حاصل کرتی ہیں بہر حال اس کالج اور اسکول کی حالت نہایت عمدہ ہے، اور ترقی کے زینے سرعت سے طے ہوتے جارہے ہیں۔

چونکہ اس مدرسہ میں ہر طبقہ کی خواتین تعلیم پاتی ہیں اس لئے سرکاری طور پر دو موٹر بس اور (۲۹) شکرم کا انتظام ہے، اس کے علاوہ بعض خواتین اپنی ذاتی سواری میں آتی ہیں۔

ڈاکٹر مس آمنہ پوپ اس کالج اور اسکول کی صدر ہیں، آپ نے اسلام قبول کر لیا ہے، سنہ ۱۳۲۷ ف سے آپ کا تعلق اس مدرسہ سے ہے اس کی ترقی میں آپ کی دلچسپی محنت ایثار اور جفاکشی کو بڑا دخل ہے آپ کی کوشش اور محنت کی ایک زندہ مثال خود کالج کا وجود اور اس کی ترقی ہے۔ آپ نہ صرف تعلیم کی

طرف پوری دلچسپی سے مصروف ہیں بلکہ ساتھ ساتھ لڑکیوں کی
بہترین تربیت اور درستی اخلاق کی طرف پوری طرح متوجہ ہیں
پردہ کا خاص طور پر انتظام کرتی ہیں، طالبات سے مادرانہ شفقت
اور محبت کا سلوک کرتی ہیں، اور اپنے اسٹاف کے ساتھ ہمدردی
اور مہربانی سے پیش آتی ہیں۔

اس مدرسہ کے علاوہ بھی آپ کو حیدرآبادی خواتین کے
سماجی امور سے بڑی دلچسپی ہے، آپ زنانہ سوشل کلب کی سکرٹری
بھی ہیں۔ آپ کی علمی دلچسپی بھی قابل ذکر ہے انگریزی زبان کی
آپ شاعرہ بھی ہیں، ''ہندوستان میں ڈچ قوم'' کے متعلق ایک کتاب
آپ کے زیر تالیف ہے،

ملک کی سرکاری اور عام زبان اردو ہے جب تک کسی کو
اس میں مہارت حاصل نہ ہو کوئی مفید کام اس سے انجام نہیں
پا سکتا، اس لحاظ سے مس پوپ نے اچھی طرح اردو میں مہارت
پیدا کرلی ہیں اور اپنے ہر کام میں مستعدی اور دلچسپی سے
مصروف رہتی ہیں۔

آپ کے اسٹاف میں اکثر ایسی معلمات ہیں جنہوں نے اس
مدرسہ سے تعلیم حاصل کی ہے، بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے حیدرآباد

کی تعلیم یافتہ خواتین کا بڑا حصہ آپ کے شاگردوں کا ہے، جن کا ملک کے مختلف طبقات سے تعلق ہے

مجبوبیہ گرلز ہائی اسکول | مجبوبیہ گرلز اسکول کا قیام اعلیٰحضرت غفران مکان کے عہد حکومت میں عمل میں آیا، اس درسگاہ نے جو ترقی دور عثمانی میں حاصل کرلی ہے، وہ بہت تابناک ہے، یہاں ۱۳۱۹ف میں بائیس لڑکیاں اور ۱۳۲۰ف میں (۴۱) لڑکیاں زیر تعلیم تھیں جن کی عمروں کا اوسط پانچ سال سے بیس تک تھا، حاضری کا روزانہ اوسط (۷۶) (۸۶) فی صد تک ہوتا تھا۔ اس وقت یہاں کے اسٹاف میں ایک یورپین پرنسپل اور تین یورپین معلمات اور دو ہندوستانی استانیاں تھیں۔ اس اسکول میں انگریزی، اردو، فارسی عربی، کی تعلیم ہوتی تھی۔ انگریزی پر زیادہ توجہ کی جاتی تھی۔[۱]

اعلیٰحضرت سلطان العلوم کی تخت نشینی کے بعد مدرسہ کی حالت سدھارنے کے لئے بہت توجہ ہوئی، سینیر کیمبرج تک تعلیم کا انتظام کیا گیا اسٹاف میں خاص بیشی ہوئی، چنانچہ اس وقت علاوہ صدر کے چھ یورپین اور چار دیسی عیسائی اور ایک مسلمان گزیٹیڈ معلمات اور انیس نان گزیٹیڈ معلمات مقرر ہیں، تقریباً (۲۵۰)

---

[۱] رپورٹ میمو

طالبات زیر تعلیم ہیں، عموماً اعلیٰ طبقہ کے لڑکیاں یہاں تعلیم حاصل کرتی ہیں، جو اپنی ذاتی سواری میں آتی ہیں۔

دست کاری، مصوری، موسیقی، پکوان کی تعلیم کے لئے علحدٰہ علحدٰہ استانیاں ہیں۔

مدرسہ کے لئے کئی لاکھ کے صرفہ سے شاندار عمارات تعمیر ہوئی ہیں[1]۔

مدرسہ فوقانیہ نسواں اندرون بلدہ بلدہ حیدر آباد فرخندہ بنیاد کی وسیع آبادی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے، یہ آبادی اندرون اور بیرون میں دور تک پھیلی ہوئی ہے، کلیۂ اناث محبوبیہ گرل اسکول کے علاوہ تعلیم المعلمات نسواں کا مدرسہ بھی بیرون بلدہ میں واقع ہے، دو امدادی ہائی اسکول بھی شہر کے باہر ہی ہیں۔ اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ اندرون بلدہ کی وسیع آبادی کے لئے ایک مدرسہ فوقانیہ کا انتظام کیا جائے، تاکہ اندرون بلدہ کی آبادی کو سہولت حاصل ہوسکے۔ علاوہ ازیں آئے دن

---

[1] افسوس ہے کہ اس مدرسہ کے حالات تفصیل سے لکھے نہیں جا سکتے۔ کیونکہ مس لیتھن پرنسپل کو کئی خطوط لکھے گئے مگر انہوں نے جواب کی بھی زحمت گوارہ نہیں کی، علیٰ ہذا مسز صوفی نے بھی کوئی توجہ نہیں فرمائی۔

طالبات کی تعداد میں بھی اضافہ ہونے لگا ہے۔

ان ہی وجوہ کے مدنظر اسفندار ۱۳۴۳ ف سے ایک مدرسہ فوقانیہ اندرون بلدہ میں قائم کیا گیا۔ اس مدرسہ کی حالت امید افزا ہے، اس قلیل مدت میں اس کے صرف حصہ فوقانیہ کے طالبات کی تعداد (۲۹) اور جملہ تعداد (۳۹۹) ہو چکی ہے، معلمات کی تعداد سترہ ہے، ورزش جسمانی کا بھی معقول انتظام کیا گیا ہے مختلف ڈراموں اور کھیل میں یہاں کے طالبات اداکاری کی حیثیت سے معقول حصہ لیتی ہیں، ۱۳۴۴ ف میں صرف چند ماہی تعلیم کے بعد چھ طالبات امتحان عثمانیہ میٹرک میں شریک ہوئیں، جن میں سے ایک نے کامیابی حاصل کی۔ یہاں بھی گرلز گیڈز کا انتظام ہے طالبات کے لئے ایک موٹر اور کئی شکرام مقرر ہیں۔

مدرسہ کی صدر معلمہ مسز جبار ہیں، آپ کا اصلی وطن تو کلکتہ ہے مگر آپ نے حیدر آباد کو اپنا وطن بنالیا ہے، آپ نے بی۔ اے اور بی ٹی کی ڈگریاں کلکتہ یونیورسٹی سے حاصل کیں ڈاکٹر سید عبدالجبار سے شادی کے بعد حیدرآباد آئیں، حیدرآباد آنے سے پہلے آپ دہلی میں ایک زنانہ مدرسہ کی معلمہ تھیں۔

اگرچہ آپ کی مادری زبان اردو نہیں تھی، مگر اپنی جودت طبع سے

بہت جلد اردو میں مہارت پیدا کرلیں اور زبان دانی کے امتحان میں کامیابی حاصل کرلیں پہلے آپ تعلیم المعلمات نسواں کے مدرسہ کی صدر ہوئیں، اندرون بلدہ میں مدرسہ فوقانیہ قائم ہوا تو آپ کو اس کی صدارت پر ترقی دی گئی، آپ نے اپنی دسعت اخلاق، ہمدردی، جفاکشی اور ملنساری کی بدولت بڑا امتیاز حاصل کرلیا ہے، خواتین دکن کی سوشل ترقی سے بھی آپ کو بڑی ہمدردی ہے زنانہ رکریش کلب کی آپ سکریٹری بھی ہیں۔

مدرسہ تعلیم المعلمات خواتین کے تعلیم کے لئے سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ قابل معلمات دستیاب نہیں ہوتی تھیں، اول تو تعلیمی ماحول کے فقدان کے باعث ان کی دستیابی میں دشواری ہوتی تھی، اور پھر جو خواتین تعلیم یافتہ ہوتیں وہ ملازمت کو معیوب تصور کرتی تھیں، نیز جو معلمات دستیاب ہوتیں وہ تعلیم کے عصری طریقوں سے بالکل ناواقف ہوتی تھیں، ان وجوہ سے اس امر کی بہت ضرورت تھی کہ تعلیم المعلمات کا مدرسہ قائم کیا جائے چنانچہ ۱۳۲۹ف میں وسطانیہ درجہ کی تعلیم کا مدرسہ قائم ہوا اور ۱۳۴۳ف میں اس کو فوقانیہ کردیا گیا، آئندہ اس کو اناث کا ٹرننگ کالج قرار دیا جائے گا اسی حیثیت سے یہاں تعلیم

ہوتی ہے۔

اس وقت طالبات کی تعداد (۴۰۰) ہے جس میں معلمات زیر درس کی تعداد (۴۸) ہے اس میں سے (۳۵) مدرسہ کی بورڈنگ میں قیام کرتی ہیں کیونکہ اضلاع سے آنے کے باعث ان کے قیام کے انتظام کی سخت ضرورت تھی۔ یہاں بھی ورزش جسمانی کا انتظام ہے اور طالبات اداکاری وغیرہ میں حصہ لیتے ہیں موٹر کا انتظام نہیں ہے سرکاری طور پر (۱۴) شکرم ہیں۔ محمودہ بیگم (مس سیف الدین خاں) اس مدرسہ کی صدر ہیں آپ کا اصلی وطن بڑار ہے، مسوری کے کالج و ڈواسٹاک سے آپ نے بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد لندن میں ٹرننگ کی تعلیم پائی۔ لکھنؤ مسلم گرلز اسکول میں ایک عرصہ تک صدر معلمہ رہیں ریاضی میں آپ کو خاص مہارت ہے اور آپ نے اس امر کو ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ مسلم خاتون بھی اس فن میں مہارت پیدا کر سکتی ہے، عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلم عورتوں کو ریاضی کا دماغ نہیں ہوتا۔ عملاً آپ نے اس کو غلط ثابت کر دکھایا ہے، محنت و مستعدی جفاکشی اور دلچسپی سے اپنے فرائض کو انجام دیتی ہیں، اور مدرسہ کی

ترقی میں کوشاں ہیں۔

یہاں یہ امر بھی خاص طور سے غور کے قابل ہے کہ اب ہماری عورتیں یف۔ اے، اور بی اے ہو کر ملازمت کو حقارت سے نہیں دیکھتیں مگر طریقہ تعلیم کی باقاعدہ تربیت کو اب تک حقیر خیال کرتی ہیں، حالانکہ جب تک طریقہ تعلیم سے واقفیت نہ ہو، کوئی مرد یا عورت تعلیم کے گر سے واقف نہیں ہو سکتی جس طرح ایک انجینیر اپنے فن میں ماہر ہونے سے غیر فن داں سے سبقت لے جاتا ہے اور ڈاکٹر اپنے فن سے واقف ہو کر علاج کرتا ہے اسی طرح جب تک طریقہ تعلیم سے واقفیت نہ پیدا کی جائے کبھی اچھی تعلیم نہیں دی جا سکتی، یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں اس کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ اب تک ہمارے خواتین اس قسم کی تربیت کو معیوب خیال کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ عورتوں کے طریقہ تعلیم سے واقف ہونے کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ ابتدائی تعلیم خواہ لڑکیوں کی ہو یا لڑکوں کی، اس کے لئے جب تک عورتیں ہی طریقہ تعلیم سے واقف ہو کر تعلیم نہ دیں کبھی کوئی تعلیم سود مند نہیں ہو سکتی۔ ابتدائی تعلیم کے لئے مردوں سے زیادہ مفید عورت ہی تصور

کی گئی ہے، تاکہ اس کے فطری جذبہ محبت و شفقت کی وجہ سے
طلباء کا ابتدائی زمانہ خوش آیند ہو جائے۔

یہاں خاص طور پر یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ
اب متوسط بلکہ اعلی طبقہ کے خواتین بھی محبوبیہ گرلز اسکول کے
قطع نظر دیگر مدارس میں تعلیم پانے لگی ہیں اور معلمہ کے فرائض بھی
انجام دیتی ہیں اس کا عملی ثبوت اس مدرسہ سے مل سکتا ہے۔

اسٹانلی گرلز ہائی اسکول | اس مدرسہ کا قیام ۱۸۹۵ء (۱۳۰۴ف) میں ہوا
مدرسہ معمولی حالت سے ترقی کرتے ہوئے اس وقت اس نوبت
پر پہونچ چکا ہے کہ اس میں پانچ سو سے زیادہ طالبات زیر تعلیم
ہیں۔

۱۹۰۸ء (۱۳۱۷ف) میں ہائی اسکول تک تعلیم کا انتظام کیا گیا اور
۱۹۱۱ء (۱۳۲۰ف) میں پہلی مرتبہ چار لڑکیاں اسکول لیونگ سرٹیفکٹ
کے امتحان میں شریک ہوئیں،

یہاں بمبئی کے امتحان ڈرائنگ کے لئے بھی تعلیم کا انتظام ہے

یہاں کی فارغ شدہ طالبات ہی سے مدرسہ کا اسٹاف مکمل
ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حیدرآباد میں معلمات، نرس وغیرہ کی
خدمات پر یہاں کے فارغ شدہ طالبات ہی زیادہ تر مامور ہوتی ہیں

یہاں بھی تعلیم کے علاوہ ورزش جسمانی کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے۔ سرکار عالی سے ابتداً (صہ) ماہوار کی امداد مقرر ہوئی تھی۔ لیکن اب دو سو روپیہ ماہوار کی امداد دی جارہی ہے۔

اس مدرسہ میں تعلیم انگریزی زبان کے ذریعہ سے دی جاتی ہے اس کے علاوہ کسی ایک مادری زبان جیسے کہ ہندوستانی مرہٹی، تلنگی، کنڑی اور تامل کی تحصیل بھی لازمی ہے۔ ہندوستانی موسیقی سلائی اور خانہ داری کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ انجیل کی تعلیم لازمی ہے، گرلز گائیڈز اور بلو برڈز کی جماعتیں بھی یہاں قائم ہیں، ہر جمعہ کو ہائی اسکول کے طالبات کا ایک علمی جلسہ ہوا کرتا ہے، ایک ماہوار رسالہ بھی انگریزی میں شائع ہوا کرتا ہے۔

بورڈنگ کا بھی انتظام ہے۔ جس میں دو سو طالبات رہتی ہیں، مدرسہ کی طرح بورڈنگ میں بھی ہر مذہب و ملت (مسلمان، ہندو عیسائی، پارسی، لڑکیاں رہتی ہیں، ہندوستانی انگلو انڈین، عیسائی میں کوئی فرق و امتیاز نہیں کیا جاتا۔

موجودہ پرنسپل مس اڈیئیہ ڈی لا ما یم اے ہیں، جو ملکی خاتون اور اپنی خوش اخلاقی محنت اور ایثار کے باعث قابل تعریف ہیں، ان کو ملک کے معاشرتی خدمات میں بھی حصہ لینے کا

شوق ہے، اور بڑی ہمدردی اور دلچسپی سے کام کرتی ہیں۔

سنٹ جورجز گرامر اسکول | اس مدرسہ میں بھی زنانہ تعلیم کا انتظام ہے سینیر کیمبرج تک تعلیم دی جاتی ہے طالبات کی تعداد تقریباً (۲۰۰) ہے، جس میں، عیسائی، مسلمان، ہندو، پارسی سبھی شامل ہیں۔

اعلیٰ علمی قابلیت

کسی شئے کے کمال کو جانچنے کا معیار ہر زمانہ میں بدلتا رہتا ہے علم و فضل کے کمال کو جانچنے کا معیار بھی اب بدل چکا ہے، موجودہ زمانہ میں مقررہ قواعد و ضوابط کے تحت کسی جامعہ کے امتحان کا کامیاب کرنا اور کوئی ڈگری حاصل کرنا قابلیت کا معیار قرار دیا گیا ہے، اب حیدرآبادی خواتین نے اس خصوص میں بھی امتیاز حاصل کیا ہے۔

اس زمانہ میں جب کہ مغربی علوم و ادب کا اثر ابھی ابھی شروع ہوا تھا بیگم خدیو جنگ جو نواب عماد الملک مرحوم کی صاحبزادی تھیں اور مرحوم کی ہمشیرہ فاطمہ بیگم بلگرامی نے خانگی طور پر نہ صرف عربی اور فارسی میں کافی دستگاہ حاصل کی تھیں بلکہ انگریزی میں بھی قابلیت حاصل کرنے کی حیدرآباد میں پہلی مثال قائم کی تھی۔

اس کے بعد ڈاکٹر اگھور ناتھ کی صاحبزادی مسز سروجنی نائیڈو اور ان کی بہن مس مسرینالنی نے انگریزی ادب اور فلسفہ وغیرہ میں جو کمال پیدا کیا وہ حیدر آباد کے لئے بڑے امتیاز کا باعث ہے انگلستان کے دار العلوموں سے انہوں نے اعلیٰ اسناد حاصل کئے ہیں۔

مسز سروجنی کی صاحبزادی مس لیلا منی نے بھی انگریزی ادب میں جو خصوصیت حاصل کی ہے وہ بھی قابل تذکرہ ہے انہوں نے اکسفرڈ سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔

ڈاکٹر جارج نندی کی دختروں نے بھی علمی امتیازات حاصل کرنے کی مثال قائم کی ہے چنانچہ مس جیسی نندی نے یم اے آنرز کے علاوہ ٹیچری کا ڈپلوما لندن سے حاصل کیا ہے اور مس میری نندی نے بی۔ یس۔ سی آنرس کی ڈگری حاصل کی ہیں، مس دورا نندی نے بھی لندن سے کامیابی حاصل کی ہے

بیگم سید جمال الدین اور بیگم زین یار جنگ بہادر نے یورپ میں اپنے کام کا عملی تجربہ حاصل کیا ہے۔ بیگم حسین علی خاں جو نواب خدیو جنگ کی دختر ہیں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باعث قابل تذکرہ ہیں۔

محمدی بیگم جنہوں نے جامعہ عثمانیہ سے بی اے کی ڈگری بدرجہ اول حاصل کی اب اکسفرڈ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی تیاری میں مصروف ہیں، اور مس کرپا ولنکر بھی یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں، اور بیگم محمد یونس صاحب جو نواب حامد یار جنگ کی دختر ہیں امور خانہ داری کی تعلیم لندن میں حاصل کر رہی ہیں۔

سراج النساء بیگم جو جامعہ عثمانیہ کی بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی ہیں فارسی کی اعلیٰ ڈگری کے لیے ایران بھیجی گئی ہیں۔

مس ٹی ڈی لامہ نے امریکہ سے یم اے کی ڈگری حاصل کی ہے،

حضور النساء بیگم نے لکھنؤ یونیورسٹی سے یم۔ اے اور پادشاہ بیگم صوفی نے بھی جو نواب محمد یار جنگ کی دختر ہیں علی گڈھ سے یم۔ اے کی ڈگری حاصل کی ہیں اور نور النساءؔ بیگم نے جو فی الوقت کلیہ اناث کی پروفیسر ہیں لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔ اے کا امتحان کامیاب کیا ہے۔

مس اسنو ہلتا چٹوپادیا اور مسز ڈی سباسٹین نے مدراس یونیورسٹی کے امتحانات بی اے اور ایل ٹی میں کامیابی حاصل

کی ہیں۔

مصطفائی بیگم نے جو لیڈی کمشنرہ ہیں مدراس یونیورسٹی کے امتحان منشی فاضل کی سند حاصل کی ہے۔

اسی موقع پر علوم مشرقی کی اعلیٰ قابلیت رکھنے والیں چند اور خواتین قابل تذکرہ ہیں۔

جمال النساء بیگم مرحومہ جو حضرت آمجد مدظلہ کی انیس زندگی اور مولانا سید انوار الدین مرحوم کی صاحبزادی تھیں علوم مشرقی میں ید طولیٰ رکھتی تھیں۔

خجستہ سلطانہ بیگم کا ذکر بھی ضروری ہے جو علوم مشرقی میں اعلیٰ قابلیت رکھتی تھیں

رقیہ بیگم مرحومہ جو مولانا سید احمد مدنی کی شریک زندگی تھیں اور محبوبیہ گرل اسکول میں معلمہ تھیں سینیر کیمبرج تک السنۂ مشرقی کی تعلیم آپ سے ہی وابستہ تھی اپنی اعلیٰ قابلیت کے باعث ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔

امتہ العزیز بیگم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی بڑی ہمشیرہ علوم اسلامی میں مہارت تامہ رکھتی ہیں۔

اہلیہ حکیم حامد حسین صاحب مرحوم (افسر الاطباء سرکار عالی)

عربی۔ وفارسی میں بڑی قابلہ اور طب وحکمت میں ماہرہ فن ہیں

ان خواتین کے علاوہ جن خواتین نے جامعہ عثمانیہ سے بی اے کی طیلسان حاصل کیں ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں

شمار	نام	درجہ	سنہ کامیابی
۱	نوشابہ خاتون صاحبہ	دوم	سنہ ۱۳۳۲ف
۲	درۃ البیضاء بیگم	دوم	سنہ ۱۳۳۵ف
۳	بشیر النساء بیگم	سوم	سنہ ۱۳۴۰ف
۴	محمدی بیگم	اول	سنہ ۱۳۴۱ف
۵	سراج النساء بیگم	دوم	سنہ ۱۳۴۳ف
۶	سلامت النساء بیگم	سوم	سنہ ۱۳۴۳ف
۷	سیدہ زہرہ بیگم	سوم	سنہ ۱۳۴۴ف
۸	جہاں بانو بیگم	سوم	سنہ ۱۳۴۴ف
۹	سعدیہ بیگم	سوم	سنہ ۱۳۴۴ف
۱۰	نجم النساء بیگم	سوم	سنہ ۱۳۴۴ف

مختلف اسباب سے اس زمانہ میں عورتوں اور مردوں کی مخلوط تعلیم کا مسئلہ بہت ہی اہم ہو گیا ہے، ہندوستان میں ہنوز اس کا رواج عام نہیں ہے، حال میں ہندوستان کی بعض یونیورسٹیوں نے مخلوط تعلیم کے رواج دینے کی سفارشیں کی ہیں، بعض نے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم کو مخلوط طریقہ سے دینے کی رائے دی ہے۔ اور بعض نے بی۔ اے کے بعد مخلوط تعلیم کو رواج دینے کی تائید کی ہے[1]، البتہ سر ٹیگور کے مدرسہ شانتی نکیتن میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے۔

یہاں اس امر سے سردست بحث نہیں ہے کہ مخلوط تعلیم فی نفسہ مفید ہے یا مضر؟ اور پھر ہندوستان کے لئے یہ مفید ہو سکتی ہے؟ یا نہیں؟

---

[1] رسالہ زمانہ بابتہ جون ۱۹۲۵ء

البتہ میہو کی رائے جو اُنہوں نے مخلوط تعلیم کے متعلق دی ہے وہ پیش کی جاتی ہے:-

"میں نہیں خیال کرتا کہ محض کفایت کے مدنظر مخلوط طریقہ تعلیم کی ہمت افزائی کی جانی چاہیئے، ہندوستان میں تعلیم نسواں کو مخصوص ہونا چاہیئے، اور شروع سے آخر تک اس کی تنظیم خاص ہونی چاہیئے۔

مردوں کے مدارس میں عورتیں جس قسم کی تعلیم حاصل کریں گی وہ میری رائے میں ہندوستانی گھرانوں کے لئے زیادہ منفعت کا باعث نہ ہوگی۔ اور یہی وہ اصلی معیار ہے جس پر ساری تعلیم نسواں کو جانچا جائے گا۔"[لہ]

اس وقت یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ مخلوط تعلیم کی حیثیت سے ہم نے کیا حصّہ لیا ہے اور کہاں تک اس کو رواج دیا گیا ہے۔

ہمارے یہاں ایک عرصہ تک سرکاری طور پر اگرچہ مدرسہ عالیہ میں کنڈر گارٹن کی تعلیم کا انتظام تھا مگر اس میں صرف لڑکوں کی تعلیم ہوتی تھی، لڑکیوں کو شریک نہیں کیا جاتا تھا

لہ رپورٹ میہو

البتہ سنٹ جورجز گرامر اسکول کے کنڈر گارٹن میں تین سال
تک مخلوط تعلیم ہوتی تھی۔

اب حال میں سرکاری طور پر پرائمری ماڈل اسکول قائم
ہوا ہے، جس میں بچوں اور بچیوں کی ابتدائی تعلیم مخلوط طریقہ
سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ نظام کالج میں اب مخلوط تعلیم
کا کافی رواج ہوگیا ہے، نامپلی زنانہ ہائی اسکول سے
جو طالبات اسکول لیونگ سرٹیفکٹ میں کامیاب ہوتی
تھیں ان کے لئے بڑی دقت تھی جو طالبات اعلی تعلیم کی
متمنی ہوتی تھیں ان کے لئے کوئی انتظام یہاں نہیں تھا،
ان کو مدراس جانے کی ضرورت ہوتی تھی، اس سے کثیر
مصارف لاحق ہوتے اور بڑی دشواری ان کو پیش آتی
تھی اسی دشواری کو دور کرنے کے لئے نظام کالج میں مخلوط
تعلیم کی اجازت دیدی گئی ہے، اس کے سوا عثمانیہ میڈیکل
کالج میں بھی مخلوط تعلیم کا انتظام ہے۔

پرائمری ماڈل اسکول | شہریور ۱۳۴۴ ف سے ماڈل اسکول
قائم ہوا ہے، جس میں لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ہوتی
ہے، اس وقت ایک سو چالیس جملہ تعداد ہے جس میں سے

پچاس لڑکیاں ہیں اور باقی لڑکے، چھوٹے سے چھوٹے سے بچے کی عمر ڈیڑ سال ہے۔

یہاں اطالیہ کے میڈم ڈاکر مانٹی سری[1] کے ایجاد کردہ طرز پر تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے، ابتدائی جماعت کنڈرگارٹن ہے، اس کے دو مختلف درجے ہیں، اور اوپر ان دونوں کے درمیان ایک اور جماعت ہے جو ائرالزیش

سے موسوم ہے۔

یہاں کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کو ان کی دلچسپی کے موافق تعلیم دی جائے چونکہ کھیل کود بچوں کا دلچسپ مشغلہ ہے اس لئے ہر مضمون اسی کھیل کود سے سکھلایا جاتا ہے خشک سے خشک مضامین مثلاً حساب اور جغرافیہ وغیرہ اسی جدید طرز سے اتنے دلچسپ بنائے جاتے ہیں کہ بچوں کا دل ان سے اکتاتا نہیں۔

چونکہ بچے مختلف ذہنیت اور فراست کے ہوتے ہیں اس لئے اساتذہ بچوں پر انفرادی توجہ کرتے ہیں، اور ان کی

---

[1] ڈاکٹر مانٹی سری بچوں کے فطرت کا خاص تجربہ رکھتی ہیں انہوں نے اپنی عمر اسی میں صرف کردی ہے اور اب ہر جگہ ان ہی اصول پر مدارس قائم ہو گئے ہیں۔

ذہنیت کے موافق جو ان کے لئے بار نہ ہو اسباق دیتے ہیں
اور جب بچہ اپنی ذہانت سے اونچی جماعت کے قابل ہو جاتا
ہے تو بلا انتظار ٹرم (میقات) یا خاص امتحان کے اُسے
درجہ کی ترقی دیدی جاتی ہے اس طرح بچوں کی عمر ضائع
نہیں ہوتی، اور چالاک بچوں کی ذہنیت کو پست نہیں کیا جاتا
بچوّں کی صحت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اور لڑکے
اور لڑکیوں پر خاصی نگرانی کی جاتی ہے، ان کو خود کام کرنے کا
عادی بنایا جاتا ہے، تعلیمی زبان اردو ہے، مگر انگریزی بھی دوسرے
مدارس سے کم نہیں ہے، باغبانی بھی بچوّں کو سکھائی جاتی ہے[۱]
اس مدرسہ کی صدر ایک یوروپین خاتون مس ٹیلر تھیں،
مگر اب وہ مستعفی ہو چکی ہیں، اور اب مسز جمال الدین کام
کرتی ہیں۔

مسز جمال الدین ملکی خاتون ہیں، آپ کو سرکار عالی
نے عثمانیہ بی اے کی کامیابی کے بعد یورپ روانہ کیا،
آپ نے لندن کے علاوہ انگلستان کے شہروں اور یورپ کے
دیگر ممالک فرانس، جرمنی، سوئزرلینڈ وغیرہ کے مدارس سے

---

[۱] اس مدرسہ کے مکان میں ایک خوش نما خانہ باغ ہے جس میں بچوں کے لگائے ہوئے چمن لگے ہیں

عملی تجربہ حاصل کیا ہے، اس کے سوا خود "روم" میں ڈاکٹر مانٹی
سری کے مدرسہ میں عملی تجربہ حاصل کیا اور لکچر سنے اور سند
حاصل کیں ہندوستان کے مدارس کا بھی معائنہ کیا ہے مستعدی
اور محنت کے ساتھ اپنے کام کو انجام دیتی ہیں، اس میں
کوئی شک نہیں کہ آپ پوری کامیابی سے اپنے مفوضہ کام
کو بہ احسن طور پر انجام دیتی ہیں، چونکہ آپ کو ابتدا سے
بچوں کی تربیت اور ان کی پرورش سے دلچسپی رہی ہے
اور ہمیشہ مضامین بھی اس کے متعلق لکھا کرتی تھیں اس لئے
آپ اس کام کے لئے ہر طرح موزوں ثابت ہوئی ہیں ۔

محبوبیہ گرلز اسکول | محبوبیہ گرل اسکول میں بھی کنڈر گارٹن
کی جماعتیں قائم ہیں اور مخلوط تعلیم ہوتی ہے، لڑکیوں کے
علاوہ پندرہ لڑکے یہاں زیر تعلیم ہیں ۔

سنٹ جورجز گرایمر اسکول | اس حصہ کے کنڈر گارٹن میں (چار
پانچ) سال کی تعلیم ہوتی ہے مس آفنر اس کی صدر ہیں،
تقریباً (۲۰۰) طلباء اور طالبات زیر تعلیم ہیں،

نظام کالج | نظام کالج میں اس وقت چوبیس طالبات اس کے
مختلف جماعتوں میں زیر تعلیم ہیں جن کی صراحت اس موقع پر

بے محل نہیں ہے۔

شمار	نام	نام جماعت	کیفیت
(۱)	مس ایف بہروچہ	ام۔ اے (آخری)	
(۲)	مس ایم سبا راؤ	بی۔ اے (آنرس)	
(۳)	مس آر رپورٹر	سنیر بی ایس سی (کیمسٹری)	
(۴)	مس پی بہروچہ	جونیر بی۔ اے	(تاریخ معاشیات)
(۵)	مس سموئیل	"	
(۶)	مس یوگیشیل دیوی	"	
(۷)	مس ڈبلیو تھامس	"	ریاضی
(۸)	مس ایم ین چینائی	سنیر انٹرمیڈیٹ	تاریخ و منطق
(۹)	مس یل رابرٹس	"	
(۱۰)	مس اِی درکی	"	
(۱۱)	مس ہملتا دیوی	"	سائنس و ریاضی
(۱۲)	مس اترا	"	"
(۱۳)	مس ایم ڈی سیکیویرا	"	"
(۱۴)	مس ار کے سوشیلا	"	سائنس اور منطق
(۱۵)	مس بی ڈی سیلی	جونیر انٹرمیڈیٹ	تاریخ و منطق

شمار	نام	نام جماعت	کیفیت
(۱۶)	مس لکشمی کانتم	جونیر انٹرمیڈیٹ	تاریخ و منطق
(۱۷)	مس سبیا دیوی	"	"
(۱۸)	مس چپا بائی راجورکر	"	"
(۱۹)	مس سوجنا پرتا	"	"
(۲۰)	مس چاندیا	"	"
(۲۱)	مس اوسمندریڈی	"	"
(۲۲)	مس سونا بہروچہ	"	"
(۲۳)	مس مانی ڈہی اٹالیہ	"	"
(۲۴)	مس ستی جادورم	"	(سائنس و ریاضی)

عثمانیہ میڈیکل کالج | عثمانیہ میڈیکل کالج میں پانچ سال کی تعلیم ہوتی ہے، اس کالج میں حسب ذیل تین لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔

(۱) مس خیرالنسا بیگم بنت حکیم میر احمد علی صاحب۔
(۲) مس ام بٹ بنت مہتی بٹ۔
(۳) مس ارچٹو پادیا۔

طبابت (ڈاکٹری)

عصر جدید کی ضروریات کے مدنظر حیدر آبادی خواتین نے طبابت کی جانب بھی توجہ کی ہے، ایک زمانہ تھا کہ یہاں کسی لیڈی ڈاکٹر کا وجود ہی نہیں تھا، اور اگر تھا تو وہ یورپین اور دیسی عیسائی خواتین کے دم سے تھا جو باہر سے اس خدمت کے لئے آتی تھیں، جب وکٹوریہ زنانہ ہاسپٹل قائم ہوا تو اس کے اسٹاف کی فراہمی بھی انہیں میں سے ہوئی،

دور عثمانی کی ترقیوں میں جہاں وکٹوریہ زنانہ ہاسپٹل نے ترقی کے زینے طے کئے ہیں وہاں ملکی لیڈی ڈاکٹروں کا وجود بیں آنا بھی ہے، آج ہم کئی ملکی لیڈی ڈاکٹروں کا تعارف کرا سکتے ہیں۔

سب سے پہلے مس کے، لیس کانگا کا نام آتا ہے، آپ حیدر آباد کے ایک معزز پارسی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، آپ نے

والد مسٹر سہراب جی کانگا ایک زمانہ دراز تک مددگار معتمد فینانس کے عہدہ سے ممتاز تھے، اور اب وظیفہ پاتے ہیں۔ مس کانگا کی پیدایش اور ابتدائی تعلیم حیدر آباد میں ہوئی اس کے بعد آپ نے بمبئی سے میڈیکل امتحان پاس کیا، آپ سب سے پہلی حیدر آبادی خاتون ہیں جنہوں نے یورپ جاکر اڈنبرہ سے یل۔ آر سی۔ پی اینڈیس اور گلاسگو سے یل یف پی یس کی ڈگریاں حاصل کیں، اور واپسی کے بعد سرکاری ملازمت میں شامل ہوئیں۔ اور پھر آپ ہی پہلی حیدر آبادی خاتون ہیں جن کو ۱۳۲۷ف میں وکٹوریہ زنانہ دواخانہ کی صدارت کا اعلیٰ عہدہ ملا؛ آپ سے پہلے کسی دیسی خاتون کو یہ خدمت اب تک نہیں ملی تھی۔

مس کانگا کے بعد چند اور نام قابل ذکر ہیں ایک مسز سمترا بائی سری کھنانڈے ہیں۔ آپ نے بمبئی سے یم بی بی یس کی ڈگری حاصل کی ہیں آپ حیدر آبادی پہلی ہندو خاتون ہیں جس نے یہ امتحان کامیاب کیا، اب آپ مزید تعلیم کے لئے لندن گئی ہیں۔

مس کرنوسکر پہلی دیسی لیڈی ڈاکٹر ہیں جن کو سکندر آباد

کے دواخانہ میں لیڈی ڈاکٹری خدمت ملی ہے۔

مس احمد (خیر النساء بیگم) ڈاکٹر سید احمد صاحب مرحوم حیدر آباد کے مشاہیر سے تھے ابھی چند سال پہلے کا ذکر ہے کہ ہر طبقہ میں صرف ڈاکٹر سید احمد مرحوم ہی مقبول اور مشہور تھے، ڈاکٹر صاحب کی تعلیم حیدر آباد میں ہی ہوئی تھی ڈاکٹر لاری کے آپ شاگرد تھے سید اعظم صاحب صدر سٹی کالج آپ کے ہی قابل فرزند ہیں۔

مس خیر النساء، ڈاکٹر صاحب مرحوم کی صاحبزادی ہیں، آپ کی تعلیم زنانہ ہائی اسکول نامپلی میں ہوئی اور پھر دہلی سے آپ نے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی، آپ حیدر آباد کی پہلی مسلم خاتون ہیں جنہوں نے ڈاکٹری کی سند حاصل کی اور سرکار عالی کی ملازمت میں شامل ہوئیں۔ اب مزید تعلیم کے لئے آپ کو یورپ روانہ کیا گیا ہے۔

مس صالحہ بیگم حیدر آباد کی پہلی مسلم خاتون ہیں جنہوں نے سرکاری وظیفہ سے ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے یورپ گئیں اور اڈنبرہ سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کیں۔ آپ مولوی سید فضل اللہ صاحب ناظم انجمن ہائے

امداد باہمی کی ہمشیرہ ہوتی ہیں، ابھی حال میں آپ کا تقرر وکٹوریہ زنانہ ہاسپٹل میں ہوا ہے اور ہر دلعزیز ہوتی جاتی ہیں۔

اس موقع پر ڈاکٹر مس ایلش شاہ کا ذکر بھی کرنا چاہئے جو سکندرآباد کی دیسی عیسائی ہیں آپ نے کلکتہ سے یم. بی اور لندن سے ڈی. ٹی یم یچ کی ڈگری رکھتی ہیں ڈاکٹری میں بہت اچھی مہارت ہے اور عام طور سے ہردل عزیز ہیں ان کے بہترین اخلاق کا حیدرآبادی پبلک کو اعتراف ہے۔

مسز بیپائرج، مسز اودا ٹس، مسز اے رتن، مسز پاروتی بائی دوسرے ملکی ڈاکٹر ہیں جن کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یل. یم. یس، کے امتحان میں جو حیدرآباد میں ہوا کرتا تھا کئی خواتین جو غیر مسلم ہیں کامیاب ہوئیں اور صیغہ طبابت میں ملازم ہیں ان کی صراحت طوالت کی موجب ہے۔

مس زبیدہ بیگم بحیثیت مسلم نرس ہونے کے قابل ذکر ہیں آپ ایک معزز عہدہ دار کی بیٹی ہیں خانگی مجبوریوں کے باعث نرس کی خدمت قبول کرلی اور اپنے غیر مسلم ساتھیوں کے مقابلہ میں اول رہیں مذہب کی پابندی کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہیں اور اپنی بہنوں کی خدمت ہمدردی اور دلچسپی سے کرتی ہیں۔

جاگیری انتظام

جاگیری انتظام کا کرنا بھی خواتین کی ترقی کی بڑی دلیل ہے، کیونکہ اپنے اسٹیٹ کی بذات خود نگرانی اور اجرائی کارکوئی معمولی بات نہیں ہے، اس خصوص میں جن خواتین کے نام ہم پیش کر سکتے ہیں وہ یہ ہیں۔

محل نواب مکرم الدولہ بہادر جن کا حال میں انتقال ہوا ہے، آپ مختار الملک اول کی صاحبزادی تھیں، آپ اپنے جاگیرات کا انتظام بذات خود فرماتی تھیں، آپ کی علم دوستی اور اہل علم کی سرپرستی بھی یادگار رہیں گی۔

رانی صاحبہ گدوال اپنے وسیع اسٹیٹ کی جو کئی لاکھ سالانہ محاصل پر مشتمل ہے نہایت عمدگی سے اس کا انتظام فرماتی ہیں۔

اسی طرح گجرا بائی جو خاندان راجہ راؤ رنبھا کی وارث ہیں اور راجہ سیواجی راؤ کی بی بی ہیں اپنے جاگیرات کا انتظام خود فرماتی ہیں

سرکاری ملازمتیں

یورپ اور امریکہ میں خواتین زندگی کے ہر شعبہ میں حصّہ لیتی ہیں، ملازمت کے ہر طبقہ میں ان کا نام نظر آتا ہے، تعلیم کے عام ہونے کے باعث اس قسم کی سہولتیں ان کو حاصل ہیں۔

چونکہ ہمارے یہاں ہنوز تعلیم عام نہیں ہے اور کچھ پردے کا بھی رواج باقی ہے اس لئے یہاں وہ سہولتیں میسر نہیں جن کی وجہ سے ملازمت کا حصول آسان ہو سکے، یہاں درس و تدریس اور ڈاکٹری کے سوا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، جس میں خواتین شامل ہو سکیں۔

یہاں ضرور اس امر کا اشارہ نامناسب نہیں ہے کہ خواتین کی ترقی کا معراج یہ نہیں ہے کہ وہ ہر قسم کی ملازمت میں شامل ہوں، اور مردوں کے دوش بدوش ہر صیغہ میں

نظر آئیں، آج جرمنی و اٹلی میں جس طرح صنف نازک کو صرف خانہ داری کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے وہ خاص طور سے قابل غور ہے،

ہم کو صرف اس امر کی یہاں صراحت کرنی ہے کہ بعض دیگر خدمتوں پر بھی خواتین کے نام نظر آتے ہیں،

مثلاً "لیڈی کمشنرز" خواتین وظیفہ یاب کے بقید حیات ہونے کی تصدیق کرنے دو خواتین مامور ہیں ایک دیسی عیسائی ہیں اور دوسری مسلم خاتون۔

مس کنارن، ان کی والدہ پہلے اس خدمت پر مامور تھیں اور اب یہ اس خدمت کو انجام دیتی ہیں، دوسری خاتون مصطفائی بیگم ہیں جنھوں نے مدراس یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا ہے، پہلے مدرسہ تعلیم المعلمات اور پھر محبوبیہ گرل اسکول میں فارسی کی تعلیم کے لئے مامور تھیں اور اب لیڈی کمشنر کی خدمت انجام دیتی ہیں۔

سررشتہ عدالت میں بھی بعض خواتین لیڈی کمشنری کی حیثیت سے مامور ہیں۔ ابھی حال میں طیبہ بیگم (باقر علی خاں صاحب) کا تقرر امداد باہمی کے سررشتہ میں اڈیٹر کی حیثیت سے ہوا ہے

برٹش پوسٹ آفس وغیرہ میں بعض دیسی عیسائی خواتین
مختلف خدمتوں پر مامور ہیں۔

اسی موقع پر مس مرنیالیتی چٹو پادیا کا ذکر بھی ضروری
ہے جنھوں نے حیدر آباد کے امتحان وکالت میں کامیابی
حاصل کی اور بمبئی میں زنانہ ہائی اسکول کی پرنسپل ہیں۔
بیگم سید رحمت اللہ بیمہ کمپنی کی ایجنٹ ہیں۔

فنونِ لطیفہ

شاعری　　مصوری　　موسیقی　　اداکاری

فنون لطیفہ سے عورت کی مناسبت اس کا خاص امتیاز ہے، اسی لئے مصوری اور موسیقی کی تعلیم خاص کر عورتوں کے نصاب کا لازمی جز ہونا چاہئے، فنون لطیفہ کی مہارت کے لحاظ سے حیدر آباد میں جن خواتین نے امتیاز حاصل کیا ہے اُن کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

شاعری فنون لطیفہ کی ایک شاخ شاعری بھی ہے، دنیا کی ہر زبان میں شاعری کا بُرا یا بھلا ذخیرہ موجود ہے، اور مردوں کے دوش بدوش خواتین نے بھی شعر و شاعری میں نام و نمود حاصل کیا ہے، اگر ہم اپنی گزشتہ تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ کس طرح ہماری خواتین شاعری کے

میدان میں بھی اپنی قابلیت ثابت کر چکی ہیں، زیب النسأ
کے نام سے کون واقف نہیں ہے جو فارسی کی زبردست
شاعرہ تھی،

شاعری کی حیثیت سے ہم تین زبانوں کے شاعر پیش
کرسکتے ہیں اردو انگریزی، فارسی،

اردو میں شعر کہنے والی عورتیں اردو شاعری نے جو
خصوصیت اب حاصل کرلی ہے، وہ محتاج بیان نہیں ہے،
وہ زمانہ گزر گیا جب کہ گل و بلبل کے افسانوں کے باعث
اردو شاعری پر جگ ہنسائی ہوتی تھی، اردو شاعری میں
جو ذخیرہ فلسفہ، تصوف، اخلاق، اور مناظر قدرت اور
قومی شاعری کا اب وجود میں آگیا ہے، وہ کسی دوسری
زبان سے بڑھ کر نہیں تو کم بھی نہیں ہے،

اردو شعرا کے صدہا نام آسمان شاعری پر مہر و ماہ کی
طرح تاباں اور درخشاں ہیں، اور اُن کے بلند خیالات، اعلی
جذبات، ہر آئینہ مستحق تحسین و آفریں ہیں، ہندوستان سے
قطع نظر اگر ہم صرف دکن ہی کو لیں تو یہاں بھی بیسوں شاعر
ایسے ملیں گے جن کے اشعار زبان اردو کے انمول جواہرات

ہیں، ان شعرا کے نام تاریخ زبان اردو میں سنہرے حروف میں نظر آتے ہیں،

اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں ہے کہ دکن کی نسوانی شاعری پر تبصرہ کریں، یا اس کی تاریخ لکھیں، ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ فی زمانہ کون کون خواتین شاعری کی حیثیت سے شہرت رکھتی ہیں۔

(۱) سب سے پہلے حضرت دولھن پاشاہ بیگم صاحبہ کا اسم گرامی سامنے آتا ہے دکن کی تاریخ میں آپ سب سے پہلی ملکہ ہیں جنہوں نے اردو میں شعر کہے، آپ اعجاز تخلص فرماتی ہیں، اور آپ کے کلام کا جو نمونہ شائع ہوا ہے، اس کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا کلام پختگی، خیالات کی بلندی، اور زبان کی صفائی و پاکیزگی سے بہمہ صفت موصوف ہے، مختصر کلام کا نمونہ پیش ہے،

ان کو عہد وفا کی لاج نہیں — درد دل کا کوئی علاج نہیں
حال عاشق کبھی سنا تو کرو — کیا حسینوں میں یہ رواج نہیں
دو ہی دن میں بدل گیا وہ رنگ — کل جو تھا لطف مجھ پہ آج نہیں
سچ ہے اب خسرو دکن کے سوا — کوئی شایان تخت و تاج نہیں

سارا عالم ہے بندۂ اخلاق — کوئی سلطان سا خوش مزاج نہیں
درد دینے لگا مزا دل کو — اب دوا کی کچھ احتیاج نہیں
کیا بنے عشق ان سے اے اعجاز
سنگ و شیشہ میں امتزاج نہیں

---

(۲) اردو شاعری میں دوسرا نام نوشابہ خاتون بی۔ اے (عثمانیہ) کا پیش ہوگا، جن کا تخلص نوشابہ ہے، نوشابہ خاتون کی شخصیت اس لئے خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ نہ صرف ایک اچھی شاعرہ ہیں بلکہ خانگی مواقعات اور تعلیمی دشواریوں کے باوجود کلیہ اناث کے قائم ہونے کے پہلے جامعہ عثمانیہ سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی، اور آپ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اس جامعہ سے یہ ڈگری حاصل کی، آپ کو نہ صرف ادبیات (انگریزی، فارسی، عربی، اردو) سے دلچسپی ہے بلکہ تاریخ، فلسفہ، ریاضی میں بھی مہارت حاصل ہے،

نوشابہ خاتون کی شاعری اب کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں ہے، ہندوستان اور دکن کے کئی رسالوں میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے، جس سے آپ کے کمال فن کا پورا

ثبوت ملتا ہے، آپ کی قومی اور نیچرل نظمیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، اگرچہ آپ کے کلام کا کوئی مجموعہ اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔ مگر جو کلام مختلف رسالوں میں شائع ہوا ہے اسکی مقدار بھی خاصی ہے، آپ کی شاعری پر ہمارا ایک خاص مضمون[1] بھی ہے، کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

فرش زمیں زمردیں نیلگوں چتر آسماں   موج ہوا ہے عنبریں، قطرہ سارا بوستاں

قلہ، کوہسار برف
منظر پر بہار برف
کیوں نہ ہو آبدار برف
یاں ہے گہر نثار برف

قدرت کردگار ہے ذرہ خاک سے عیاں   ظاہر و آشکار ہے شان خدائے دوجہاں

باغ و راغ گل بدوش
قوت نامیہ کوش
ساری زمیں ہے سبز پوش
دامن کوہ ہے گلفروش

---

[1] رسالہ زیب النسار بابتہ اگست ۱۹۳۵ء

قصۂ پارینہ ہے، عہد وفا کی داستاں | بے وفائی کا مرتب دھر میں افسانہ کر
یاد رکھ ساحل پہ موجیں ہی تجھے لیجائیں گی | بحر ہستی میں کبھی طوفان کی پروانہ کر
جستجوئے شاہد مقصود ہے گر ہمنشین | موت کی پروانہ کر کچھ ہمت پروانہ کر

---

(۳) صغرا بیگم ہمایون مرزا حیا تخلص کے ساتھ شاعری کرتی ہیں، بعض رسالوں میں آپ کا کلام شائع ہوا ہے ملاحظہ ہو۔

منصور بھی تھا تو ہی اور دار بھی تھا تو ہی
ناحق وہ بندۂ حق بدنام کو بکو ہے

مجھے پروانہ اچھے کی نہ خطرہ ہے برائی کا | میرا دل تیرے ہاتھوں سے جو کھو جائے تو کھو جائے
نہ کی کچھ قدر جیتے جی وہ پچھتاتا ہے مرنے پر | مری تربت پہ اب آکر وہ رو جائے تو رو جائے

قوم نے قدر نہ کی رہ گئی حسرت دل میں | کام سب میرے ہوں مقبول خدا میرے بعد
یہ وصیت ہے کہ مجھ سے ہی محبت جسکو | پھول تربت پہ چڑھا جائے ذرا میرے بعد

---

(۴) جمال النساء بیگم مرحومہ آپ کا ذکر نثر نگاروں میں صراحت کے ساتھ آتا ہے، آپ شاعرہ بھی تھیں سلمیٰ آپ کا تخلص تھا،

حج امجد، اور جمال امجد میں آپ کا کچھ کلام شائع ہوا ہے جس سے آپ کے بلند پایہ شاعری کا پتہ چلتا ہے۔

وہ یوسف گم گشتہ کس جائے نہاں ہوگا
کس پہلو میں پوشیدہ وہ راحت جاں ہوگا
یہ عالم کثرت، کب توحید نشاں ہوگا
اس جسم کی مسجد میں کب شور اذاں ہوگا
میرا عربی آقا اللہ! کہاں ہوگا

میں آئینۂ دل میں نقش اس کا جماؤں گی
ضد کرکے مناؤں گی رو رو کے ہنساؤں گی
میں آنکھوں کا فرش اس کے رستے میں بچھاؤں گی
میں اس میں سما کر پھر خود میں نہ سماؤں گی
میرا عربی آقا اللہ! کہاں ہوگا

نہ ہو کوئی ہمدم، یہی ہمرہی ہے — رہوں بے خبر میں، یہی آگہی ہے
کبھی ہے قیام، اور کسی وقت سجدہ — کبھی سرکشی ہے، کبھی عاجزی ہے
کبھی ٹیس دل میں، کبھی لب پہ آہیں — مری جان کو اک نہ اک دل لگی ہے
نہ میری سنیں گے، نہ بولیں گے مجھ سے — عجب بے کسی ہے عجب خامشی ہے

ہے سلمیٰ، دل و جاں سے امجد کی لونڈی
اور امجد، غلام غلام نبی ہے

---

(۵) ج نقوی صاحبہ بی اے جو زیادہ تر افسانوں اور ادب لطیف کے لئے مشہور ہیں، مگر آپ کو شاعری سے بھی شغف ہے، اور آپ کا کلام بعض رسالوں میں شائع بھی ہوا ہے، جس سے ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ آپ کو شاعری میں بھی کافی دخل ہے:۔

تنگ آئی ہوں زندگانی سے　　اپنی قسمت کی بے زبانی سے
شورش و کاوش جہانی سے　　ہے تمنا کہ چھوٹ جاؤں میں
جس طرح بوئے گل ہو گل سے جُدا
جیسے محفل وداع یار کے بعد　　جیسے پروانہ شمع زار کے بعد
جیسے دل رخصت قرار کے بعد　　ہوں پریشاں کدھر کو جاؤں میں
ہو کے اب اپنے باغ و گل سے جدا

---

(۶) بشیر النساء بیگم (مسز ضامن علی صاحب) جامعہ عثمانیہ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی ہیں، آپ کا کلام رسالہ شہاب وغیرہ

ہیں شائع ہوتا ہے، اور زنانہ جلسوں میں بھی آپ نظمیں سناتی
ہیں آپ کی شاعری سے محاسن شاعری کا پورا اظہار ہوتا ہے
اور آپ ایک اچھی شاعرہ کہی جاسکتی ہیں۔

ضبط کب تک ہو کہاں تک جان مشکل میں رہے
اب تو ناممکن ہے میرا راز دل دل میں رہے
جان جاتی ہے چلی جائے بلا سے مجھ کو کیا
آبرو میری جو چشم ناز قاتل میں رہے
شاعری ہے منحصر خون تمنا پر بشیر
شعر تب ہوگا موثر درد جب دل میں رہے

بشیر امید کیا رکھیں چمن میں ہمصفیروں سے
لگائی آگ اپنوں نے جلا جب آشیاں اپنا

ماہ آذر میں ہیں نوروز کے ساماں پیدا
لو ہوا چرخ دکن پر مہ تاباں پیدا
للہ الحمد در تاج خلافت سے ہوا
گوہر زینت تاج شہ عثماں پیدا

چاند مشرق کا ہوا چرخ پہ مغرب کے طلوع
مصر میں جیسے ہوا تھا مہ کنعاں پیدا
اے خوشا بخت کہ ہاتف نے دیا یہ مژدہ
ہو گیا چشم و چراغ شہ عثماں پیدا

---

(۷) رقیہ بیگم مرحومہ، جن کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے، فکر سخن بھی کرتی تھیں، کمتر آپ کا تخلص تھا، آپ کا کلام دلچسپ اور موثر ہے؛

تجھ کو دیکھا تو نہ آنکھوں میں سمایا پھر عرش
واہ کیا شان ہے اے گنبد اخضر تیری

محمد محمد پکارا کروں   یونہیں زندگانی گزارا کروں

جان ان پر فدا کئے ہی بنی   تیغ قاتل کو سر دئے ہی بنی
دل کے ہاتھوں سے ہو گئے مجبور   بار الفت کو سر لئے ہی بنی

زمانہ نے پیسا ہے کمتر کو ایسا   کہ مرنے سے پہلے فنا ہو رہا ہے

(۸) سارا بیگم، رقیہ بیگم کی دختر ہیں، ایک عرصہ تک اپنے والدہ کی جگہ محبوبیہ گرلز اسکول میں معلمہ رہیں، آپ کو اُردو شاعری سے بڑی دلچسپی ہے اچھی شاعرہ ہیں۔ یہ غزل آج سے بیس سال پہلے کی ہے۔

جوش گریہ نے کردیا خاموش — قصۂ غم انہیں سنا نہ سکے
کی دم نزع اس نے پرسش حال — لب کو جنبش ہوئی بتا نہ سکے
یوں سما جاؤ میری نظروں میں — پھر کوئی دوسرا سما نہ سکے

مگر اس نے پوشاک بدلی ہی دھانی — مرا زخم دل کیوں ہرا ہو رہا ہے
یہاں خون ہے چشم گریاں سے جاری — وہاں ان کو شوق حنا ہو رہا ہے

---

(۹) رابعہ بیگم، رقیہ بیگم کی دوسری دختر، اس وقت محبوبیہ گرل اسکول میں مامور ہیں، کبھی رابعہ اور کبھی عاصیہ تخلص کرتی ہیں، محبوبیہ اسکول کے جلسوں میں اکثر نظمیں سناتی ہیں۔

میں ہوں چہکنے والی بلبل ہے نام میرا
پھولوں کی ڈالیوں پر ہر دم قیام میرا
اس گل پہ آ چہکنا اس گل پہ جا پھدکنا

میٹھے سروں میں گانا بس ہے یہ کام میرا
اے حاضرین محفل اب شام ہو رہی ہے
ہوتی ہوں سب سے رخصت لیجے سلام میرا

زلف برہم تھی مزاج یار گو برہم نہ تھا | بخت یاور تھا، دل وحشی مگر بے رم نہ تھا
آئے ہیں کس وقت یارب وہ مریض غم کے پاس | لب ہیں گویائی نہ تھی آنکھوں میں باقی دم نہ تھا
عاصیہ جب سے طبیعت خوگر حرماں ہوئی | تھا ہجوم یاس لیکن دل بہ بند غم نہ تھا

---

(۱۰) لطیف النسا بیگم جو محبوبیہ گرلز اسکول میں اردو کی معلمہ ہیں شاعرہ ہیں، لطیف تخلص کرتی ہیں، رسالہ عصمت وغیرہ میں اکثر آپ کا کلام شائع ہوتا ہے جس سے آپ کے پختگی کلام کا کافی ثبوت ملتا ہے۔

بڑے مقتدا ہیں ہمارے محمدؐ | شہ انبیا ہیں ہمارے محمدؐ

تان اڑائے جاتی ہے | دل گرمائے جاتی ہے
کیسی پیاری کو کو کو | کان میں آئے جاتی ہے
اپنی سریلی تانوں سے | دل تڑپائے جاتی ہے

آم کی ڈالی پر کوئل   کو کو گائے جاتی ہے

---

(۱۱) لیلیٰ بیگم، لیلیٰ آپ کا اصلی نام نہیں ہے، کسی خاص وجہ سے آپ اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتیں رسالہ شہاب میں کثرت سے آپ کا کلام شائع ہوتا ہے

زندگی کیسے کٹے پاس جو دلدار نہیں   آج بس فیصلہ ہے ہم نہیں گر یار نہیں

دل کو پہلو سے لے گیا دلبر   مرحبا کتنی قدردانی کی
قصۂ عشق سن کے کہتے ہیں   نقل ہے یہ کس کہانی کی

گاہے ماہے میری تقدیر چمک جاتی ہے
بھولے بھٹکے وہ سر راہ ملا کرتے ہیں

نگاہ شوق سے گستاخیاں ضرور ہوئیں
مناؤں کیسے وہ نازک مزاج برہم ہے

---

(۱۲) بیگم محمد اللہ خاں صاحب جو نواب ذو القدر جنگ بہادر

کی صاحبزادی ہیں سلطانہ تخلص کے ساتھ شاعری کرتی ہیں

آپ کی دید ہے خدا کی دید　　منظہر کبریا سلام علیک
وجد میں آ کے آج سلطانہ　　کہہ رہی ہے شہا سلام علیک

عیاں بوٹے بوٹے سے ہے شان ایزد　　ہے کیا جاں فزا مرغزار مدینہ

---

(۱۳) بیگم سید رحمت اللہ صاحب (پروفیسر جاگیردار کالج)
جو نواب خدیو جنگ مرحوم کی صاحبزادی اور نواب عماد الملک مرحوم کی نواسی ہیں شاعری سے بھی دلچسپی رکھتی ہیں۔ سکینہ آپ کا تخلص ہے، مرزا مہدی خاں صاحب کوکب سے آپ کو تلمذ حاصل ہے، کلام نمونتاً پیش ہے۔

عالم[۵۷] ہو تم شفیق ہو تم نکتہ داں ہو تم　　فاضل ہو تم ادیب ہو تم خوش بیاں ہو تم
فخر دکن ہو باعث فخر جہاں ہو تم　　عادل ہو تم لطیف ہو تم مہرباں ہو تم
استاد شاہ ملک دکن ہو فہیم ہو تم　　عاقل ہو تم فقیہ و ادیب زباں ہو تم
تم سا ہوا نہ کوئی نہ ہوگا جہان میں　　قابل ہو تم عزیز ہو تم قدرداں ہو تم

---

۵۷ یہ ایک طویل نظم ہے جو اپنے نانا نواب عماد الملک کی مدح میں لکھی گئی تھی۔

(۱۴) افسر سلطانہ بیگم، کلیہ اناث میں لکچرار ہیں وفاؔ آپ کا تخلص ہے بعض رسالوں اور اخبارات کے سالگرہ نمبروں میں آپ کا کلام شائع ہوا کرتا ہے'

ہے قہر بھی عتاب بھی لطف و عطا کے بعد
ملتا ہے روز زہر بھی مجھ کو دوا کے بعد

کافر تری نگہ میرا ایمان لے چکی
جاتی رہے گی جان بھی ناز و ادا کے بعد

پیدا ہوا نہ ہم سا کوئی جاں نثار پھر
رسم وفا بھی مٹ گئی اہل وفا کے بعد

عصیاں کے داغ دھوئیں گے یہ اشک انفعال
رحمت کو جوش آئے گا عذر خطا کے بعد

پیش خدا ہی چاہئے فریاد اے وفاؔ
فریاد رس ہے کون تمہارا خدا کے بعد

---

(۱۵) زہرہ بیگم، زہرؔہ تخلص ڈاکٹر عبدالرب صاحب کی دختر ہیں، بنت عبدالرب کے نام سے آپ کا کلام اور مضامین رسالہ عصمت، زیب النساء، تہذیب وغیرہ میں شائع ہوا

کرتے ہیں

مشرکوں نے جو کیں گستاخیاں آنحضرت سے　　آپ نے ترکِ وطن کا کیا قصد اکتا کر
وقت دوپہر کا شدت کی تپش گرم ہوا　　آپ اس دھوپ میں تنہا گئے صدیق کے گھر
اور فرمایا کہ اے یار وفادار سنو　　تم بھی اب چھوڑنے کے واسطے تیار ہو گھر
اس قدر ان کو ہوئی اپنی معیت کی خوشی　　آنکھوں میں آگئے صدیق کے آنسو بھر کر
اور ادب سے یہ کیا عرض کہ ماں باپ فدا　　خدمتِ پاک میں دو اونٹنیاں ہیں حاضر

---

(۱۶) عابد النساء بیگم، دختر سید عارف الدین صاحب عابد تخلص کے ساتھ شاعری کرتی ہیں، محبوبیہ گرلز اسکول میں زیرِ تعلیم ہیں، اسکول کے میگزین میں آپ کا کلام شائع ہوا کرتا ہے،

الفت ہے لے خدا کیا ہم کو ذرا دکھا دے
الفت ہے نام کس کا الفت ہمیں سکھا دے

دنیا کا ذرہ ذرہ الفت سے باخبر ہے
الفت سے کیا ہے مطلب ہم کو بھی کچھ بتا دے

الفت کی لذتوں سے محروم ہو گئے ہیں
الفت کی نعمتوں کا ہم کو مزہ چکھا دے

دنیا میں فرقہ بندی بڑھتی ہی جا رہی ہے

آپس کے بیر کو سب دل سے خدا بھلا دے
عابد کی ہے دعا یہ یارب قبول کرلے
الفت کے راستے پر ہم سب کو تو لگا دے

---

(۱۷) صغرا بیگم، علی خاں، محبوبیہ گرل اسکول کی متعلمہ ہیں، اسکول کے میگزین میں آپ کا کلام شائع ہوا کرتا ہے۔

خموشی سی عالم پہ جب چھا رہی تھی ۔۔۔ میں ہستی سے سوئے عدم جا رہی تھی
عجب وحشت انگیز تھا وہ سماں کہ ۔۔۔ میں صحرا نوردی سے گھبرا رہی تھی
اکیلی تھی میں اور ہمراہ ڈر تھا ۔۔۔ مجھے اپنی تنہائی دہلا رہی تھی
سہانا تھا دشت اور اجلا سماں تھا ۔۔۔ جہاں باد صرصر بھی منڈلا رہی تھی
اور اسوقت میں مجھکو رحمت خدا کی ۔۔۔ خوش آیند لوری سے بہلا رہی تھی
غرض شانۂ لطف سے شان رحمت ۔۔۔ مری الجھی زلفوں کو سلجھا رہی تھی

---

(۱۸) شہناز بیگم، ورنگل میں آپ کا قیام ہے، مدنی تخلص کرتی ہیں، اکثر زنانہ رسالوں میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے، غزلوں کے علاوہ نظمیں بھی اچھی لکھتی ہیں،

جہاں کا رنگ پلٹا اک زمانہ کی ہوا بدلی ۔۔۔ اثر تہذیب مغرب کا یہ ہے ساری فضا بدلی

فقط تعلیم نسواں سے نہ اک پردہ ہوا رخصت　　مسلمانوں کی طرز زندگی حد سے سوا بدلی
ہمیں آزادی مشرب نے بے پرواہ کیا اتنا　　کہ جس فیشن کو دیکھا اپنی نیت برملا بدلی
ہمارا خلق بدلا ڈھنگ بدلا ہر عمل بدلا　　ہماری چال بدلی طرز بدلی ہر ادا بدلی
ہوائے مغربی نے جوش غیرت تک کیا ٹھنڈا　　کہ حتیٰ آج اپنی فطرتی شرم و حیا بدلی

---

(۱۹) صفیہ بیگم قمر تخلص کے ساتھ شاعری کرتی ہیں رسالہ عصمت وغیرہ میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے نظمیں آپ بہت اچھی لکھا کرتی ہیں۔

عورت

تکمیل ہوں انساں کی تفسیر وفا ہوں　　طاعت کے طریقوں میں ملک سے بھی سوا ہوں
آلام و مصائب کی میں ہی عقدہ کشا ہوں　　اور منزل الفت کی میں ہی راہ نما ہوں
انسان کی صورت میں میں آواز خدا ہوں

تاریخ کو اٹھو میرے عادات کو دیکھو　　ماضی کا سبق پڑھ کے ارادات کو دیکھو
طوفان حوادث میں مہمات کو دیکھو　　اور باغ جہاں میں مرے ثمرات کو دیکھو
میں قافلہ والوں کے لئے بانگ درا ہوں

تہذیب و تمدن میں سدا ہاتھ بٹایا　　انسان کو احساس فرائض کا سکھایا
خود صبر قناعت پہ عمل کرکے دکھایا　　اور خوگر ہمدردی و ایثار بتایا

واقف ہے ہر اک اہل بصیرت کہ میں کیا ہوں

(۲۰) شریف بانو، شریف تخلص، رسالہ عصمت وغیرہ میں آپ کا کلام کثرت سے شائع ہوتا ہے، تفصیل حالات کی ہمیں خبر نہیں ہے

سنتے ہیں ہر خوشی کے لئے یہ ضرور ہے ۔۔۔ سینے میں دل ہو دل میں سکون صبر سو مزید
گھر ہو وطن ہو دوست ہوں خاطر ہو مطمئن ۔۔۔ گلشن ہو آشیانہ ہو اور ہو گلوں کی دید
جب یہ نہیں تو عیش و مسرت ہیں سب الگ ۔۔۔ فرقت میں ذکر وصل بھی ہے کلفت شدید

---

(۲۱) انجم حیدر یار جنگ مرحوم (علامہ علی حیدر طبا طبائی) کی صاحبزادی ہیں انجم تخلص ہے، سالگرہ کے موقع پر مصرع طرح پر غزلیں شائع ہوتی ہیں۔

سختی کے بعد آتی ہے سرحد مراد کی ۔۔۔ یہ شاہراہ ملتی ہے دشت و بلا کے بعد
زلف دوتا کے بعد جو رخ کا بندھا خیال ۔۔۔ بجلی سی کوندنے لگی کالی گھٹا کے بعد
گرد ہوس سے شیشہ دل کو بچا کہ یہ ۔۔۔ آئینہ جمال خدا ہے جلا کے بعد

---

(۲۲) رحمت بیگم، اسیر تخلص ہے، رسالہ شہاب میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے،

دیکھنا پیدا نہ ہو اس سے کسی کو اشتباہ ۔۔۔ روئے زیبا پر نگاہ شوق جم جانا نہیں

ناصحا اس لطف سے بالکل ہے تو ناآشنا   خوب ہم سمجھے ہوئے ہیں ہم کو سمجھانا نہیں
اشتیاق دید میں ہردم گزرتا ہے اسیر   ہم تے کب ملنے کو ان کے مغتنم جانا نہیں

(۲۳) افضل النساء بیگم، مرحوم کیفی کے فرزند سید شمس الدین علم کی اہل خانہ تھیں شاعری کا شوق تھا، فاطمہ تخلص کرتی تھیں، عالم جوانی میں انتقال ہوا۔

یاد احمد میں بس اب اے دل مضطر نہ مچل
چل مدینہ کی طرف چل تجھے لے چلتی ہوں چل

---

(۲۴) پادشاہ بیگم، کیفی مرحوم کی دختر بھی شاعرہ ہیں حلیمہ تخلص ہے
(۲۵) بیگم آغا یاور علی صاحب تعلقدار بدر تخلص کے ساتھ شاعری کرتی ہیں،
(۲۶) مس سعید النساء بیگم سعید تخلص کے ساتھ شاعری کرتی ہیں
ان کے علاوہ جن شاعر خواتین کا کلام ہماری نظر سے گذرا ہے وہ حسب ذیل ہیں :-
ن بیگم نفیس، شاکرہ بیگم شاکرہ، انور جہاں بیگم انور، وحید النساء بیگم وحید، ن بیگم آرا، ع بیگم نکہت، ع بیگم نسیم، س بیگم رعنا، فاطمہ بیگم نسیم، محمودہ اختر بیگم، اہلیہ محمد فاضل صاحب

امتہ الکریم خورشید صاحت نذیرؔ

ان میں سے بعض ایسی ہیں جن کا کلام مختلف رسالوں میں شائع ہوتا ہے، بعض ایسی ہیں جو کسی خاص رسالہ میں اپنے رشحاتِ قلم کو شائع کرتی ہیں، عصمت، زیب النساء، تہذیب، سفینۂ نسواں، سہیلی، حریم، شہاب وغیرہ رسالوں اور صبح دکن، رہبر دکن کے سالگرہ نمبروں میں ان خواتین کے افکار نظر آتے ہیں، چونکہ ان میں سے کسی کا پورا کلام ہماری نظر سے نہیں گزرا ہے اور نہ ہم ان کی شخصیت سے واقف ہیں، صرف ایک دو نظموں یا غزلوں سے کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی، علیٰ ہذا القیاس ان کے متعلق تفصیلی معلومات نہیں ہیں ان کی تعلیمی حالت تلمذ کی کیفیت اور شاعری کی ابتداء وغیرہ سے بھی لاعلم ہیں ۔

انگریزی شاعری انگریزی شاعری میں نام آوری حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں، کیونکہ یہ ہماری مادری زبان نہیں ہے، اور پھر ہندوستان کے دیگر حصوں کی طرح ہماری سرکاری زبان بھی نہیں، مگر اس کے باوجود ہم اس خصوص میں نہ صرف ہندوستان بلکہ انگلستان کا مقابلہ کرسکتے ہیں، کیونکہ مسز سروجنی نائیڈو کی شاعری اب محتاج تعارف نہیں ہے آپ کی انگریزی نظمیں اہل انگلستان سے بھی خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں، آپ کی نظموں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے ذریعہ مشرقی خیالات اور جذبات کا مغربی رنگ اور مغربی لباس میں اظہار ہوتا ہے۔

آپ کی نظموں کے کئی مجموعے شائع ہوئے ہیں، جن میں سے طلائی آستانہ، طائر وقت، اور شکستہ پر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، حب وطن، انسانی ہمدردی، شفقت مادری، درد قومی، آپ کے نظموں کے خاص جوہر ہیں، آپ نے اپنی نظموں میں ایک طرف "موذن کی اذاں" "پجاریوں کے بھجن" کا ترانہ گایا ہے، تو دوسری طرف کہاروں کے گانے، پالکی بردار کے گیت، اور فقیر کی صداؤں کو بھی لطیف و پاکیزہ مضمون کی صورت

میں بدل دیا ہے۔

انگریزی شاعری کے ضمن میں آپ کی دختر مس پدمجا کا نام بھی لینا ضروری ہے، آپ کو بھی انگریزی زبان میں شاعری کی اچھی مشق ہوگئی ہے۔

مس پوپ بھی اب ملکی کہی جا سکتی ہیں آپ کو بھی انگریزی شاعری میں کافی مہارت حاصل ہے۔

بیگم سید رحمت اللہ (پروفیسر جاگیردار کالج) جن کا ذکر اردو شاعری کے ضمن میں کیا گیا ہے انگریزی شاعری کا بھی شوق ہے، اور چند اچھی نظمیں لکھی ہیں۔

فارسی شاعری | فارسی زبان سے بھی ہمارا تعلق ہے آج سے نصف صدی پہلے ہماری سرکاری زبان فارسی تھی، اور آج بھی فارسی جاننے والوں اور فارسی شاعروں کی کمی نہیں ہے ہر سال اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ فارسی شاعری کی سرپرستی اور فارسی کے قیام و بقا کے لئے اپنی سالگرہ کے موقع پر فارسی "طرح" بھی مقرر فرماتے ہیں، اس کے باعث فارسی شاعری کا اچھا چرچا یہاں موجود ہے، اعلیحضرت کا فارسی کلام درحقیقت کلام الملوک ہوتا ہے، ضیا، محوی وغیرہ

دوسرے زبردست شعرا ہیں۔

فارسی شاعری کی حیثیت سے ہم کئی خواتین کے نام پیش کرسکتے ہیں، مثلاً سارہ بیگم سارہ تخلص، جو مولوی احمد مدنی[1] صاحب مرحوم مدرس مدرسہ دارالعلوم کی دختر ہیں، اور محبوبیہ گرلز اسکول میں معلمہ تھیں، اردو کے ساتھ آپ کو فارسی شاعری کا خاص مذاق ہے اور بہت اچھا کلام ہوتا ہے۔

افسر سلطانہ بیگم وفا، جو نامپلی زنانہ کالج میں لکچرار ہیں اردو کے ساتھ فارسی میں بھی طبع آزمائی کرتی ہیں۔

انجم، دختر مولانا حیدر یار جنگ طبا طبائی مرحوم کو بھی فارسی شاعری سے شغف ہے،

نورالنسا، بیگم نور کا فارسی کلام بھی اچھا ہوتا ہے۔

---

[1] یہ مولوی صاحب ہمارے بھی استاد تھے، جماعت رشدیہ اور مولوی میں ہم نے آپ سے درس لیا ہے

مصوّری

ہندوستان نے آج سے صدیوں پیشتر مصوری اور نقاشی میں جو کمال حاصل کیا تھا، اس نے زندگی جاوید حاصل کرلی ہے زمانہ اس کو مٹا نہیں سکتا، اور وقت اس کو محو نہیں کرسکتا، بدھ مذہب کے زمانہ میں رنگ کاری نے ترقی کی جو معراج حاصل کرلی وہ آج تک عالم کو متحیر کئے ہوئے ہے۔ اجنٹہ کی تصاویر سے فن کی جس اعلیٰ ہنر ہندی کا اظہار ہوتا ہے، اس کا سکہ ساری دنیا پہ بیٹھا ہوا ہے،

مغلیہ عہد میں بادشاہوں کی سرپرستی اور ذاتی دلچسپی کی وجہ سے عام طور سے جو شوق پیدا ہوگیا اس نے ترقی کرتے کرتے ایک علیحدہ مغل اسکول (دبستان) کا رتبہ حاصل کرلیا۔ نہ صرف۔ شہزادے بلکہ شہزادیوں میں بھی یہ ذوق سرایت کرگیا تھا، اور ان کی مصوری کے نمونے آج بھی خراج

تحسین حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اس شوق نے اب گویا نیا جنم لیا ہے اور جدید مغربی تعلیم کی وجہ سے حسن کاری کا ایک علیحدہ ذوق پیدا ہو رہا ہے، اس ذوق کو ترقی دینے میں خواتین کی جانب سے بھی پوری کوشش عمل میں آرہی ہے،

زنانہ مدارس میں مصوری کی تعلیم کا کافی انتظام کر دیا گیا ہے، اور اس کا پورا فائدہ اٹھایا جارہا ہے، اس کے علاوہ مدرسہ کی تعلیم نہ پائی ہوئی کئی خواتین نے مصوری کا شوق پیدا کیا ہے، ترقی کی جو رفتار جاری ہے اس سے توقع ہے کہ مصوری بہت جلد کمال کے زینہ پر پہونچ جائے گی۔ اور آصفیہ اسکول کی بنیاد قائم ہو جائے گی۔

اس خصوص میں سب سے پہلے شہزادی درشہوار دُردانہ بیگم صاحبہ کا نام پیش ہوگا۔ آپ کو مصوری سے خاص دلچسپی ہے اور حسن کاری کے عمدہ نمونوں کی بڑی قدر دانی فرمانے میں اپنے صحیح ذوق کا جو اظہار فرماتی ہیں اس سے پوری توقع ہے کہ حیدر آبادی مذاق بہت جلد اور زیادہ پاکیزہ ہو جائیگا

رانی امبا بائی صاحبہ (راجہ شامراج راج ونت بہادر) کو

بھی مصوری سے خاص دلچسپی ہے اور عمدہ مصوری کی شایق ہیں،
مس خورشید ڈی پٹیل نے خاص مصوری کی تعلیم کے بغیر اس فن میں بڑی خصوصیت حاصل کرلی ہے، بمبئی کی حسن کاری کی نمایش سے اپنے عمدہ مصوری کے باعث انعام حاصل کی ہیں، ان کی مصوری میں "حسین ساگر کا غروب آفتاب" اور "طلوع آفتاب" تالاب میرعالم پہ غروب آفتاب خاص طور پہ قابل ذکر ہیں،
مس پار دیس تاراپور والا (انجنیر جامعہ عثمانیہ) مسز شردما کرلوسکر مسز راجہ وینو گوپال پلے، مس اندرا پلے، کی مصوری بھی قابل ذکر ہے جن کی حسن کاری پسندیدہ نظروں سے دیکھی جاتی ہے،
مس کاؤس جی، مس انجنیر، مس ایدل جی کے نام بھی مصوری کے ماہرین کی حیثیت سے پیش ہو سکتے ہیں، انہوں نے کئی تمغے اپنے عمدہ مصوری کے صلہ میں حاصل کئے ہیں۔
اس موقع پہ کئی مسلم خواتین کے نام بھی پیش کئے جا سکتے ہیں، مثلاً مس زہرہ سلطانہ بیگم (دختر کپتان میریاور علی مرحوم) کو مصوری میں بہت اچھی مہارت حاصل ہے، چنانچہ

ان کی کئی تصاویر پسند کئے جا سکتے ہیں، خصوصًا پنسل سے
چغتائی آرٹ کی نقل اور نپولین کی تصویر عمدگی سے بنائی
گئی ہے، اور رنگین تصاویر میں دیہاتی زندگی، اور بعض پرندوں
کی تصاویر قابل ذکر ہیں۔

بیگم افتخار الدین، بیگم نور الاصفا، مس منیر النساء
(دختر کرنل علی رضا) مس محمود علی صاحب نائب کوتوال کی
مصوری اور رنگ آمیزی قابل ذکر ہے۔ ان میں سے بعض
کو انجمن خواتین دکن کی جانب سے انعامات بھی ملے ہیں،

بیگم فیض الدین صدر مہتمم تعلیمات کو بھی جو ڈاکٹر کرنل محمد اشرف
کی دختر ہیں مصوری سے دلچسپی ہے امتحانات مصوری میں
کامیابی حاصل کی ہیں،

قمینہ بیگم۔ بیگم سید رحمت اللہ (پروفیسر جاگیردار کالج) کو مصوری
میں بھی خاص ملکہ حاصل ہے، پنسل ورک، آئل پینٹنگ، اور واٹر
پینٹنگ میں بڑی اچھی مہارت رکھتی ہیں، کئی انعام بھی حاصل
کئے ہیں، پھولوں کا گلدستہ، گلدان، گلاب کی ڈالی، غروب آفتاب
چار کا سٹ، چھوٹا لڑکا، گھوڑے کا سر، میوے کی کشتی وغیرہ آپ کے
قابل قدر نمونے ہیں،

مسز لفٹننٹ سید حسین کو جو کرنل عظمت اللہ شاہ کی
دختر ہیں اور محبوبیہ گرل اسکول کی متعلمہ ہیں مصوری سے
خاص اُنس ہے۔

مس پدمجا نائیڈو کا نام بھی اس موقع پر ضروری ہے وہ نہ
صرف انگریزی زبان کی شاعرہ ہیں بلکہ مصوری سے بھی بڑی
دلچسپی ہے، اور ایک اچھی آرٹسٹ ہیں۔

ان کے علاوہ بعض اور مسلم خواتین جنہوں نے محبوبیہ
گرل اسکول سے مصوری کی سند حاصل کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:
دختر محمد حسین صاحب، دختر یاور علی صاحب، دختر نظام الدین
صاحب، دختر علی رضا صاحب، دختر تقی صاحب وغیرہ۔

موسیقی بھی فنون لطیفہ کی ایک شاخ ہے، کیف آور اور روح پرور، ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان اور دکن میں اس فن پر خاص توجہ کی جاتی تھی، بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام موسیقی کی سرپرستی کے لحاظ سے ہمیشہ مشہور رہے گا اس زمانہ میں خود شرفا اس فن میں کمال حاصل کرتے تھے۔

ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ طوائف کی موسیقی کے جلسوں اور ان کی مجلسوں میں آداب مجلس حاصل کرنے کے لئے شرفا جمع ہوتے تھے، اور بڑے بڑے امرا اُن کے یہاں علانیہ آتے جاتے تھے، چنانچہ حیدرآباد میں مہ لقا[1] بائی چندا اور حسن لقا[2] بائی کے نام تاریخ سے محو نہیں ہو سکتے، چندا کی

---

[1] چندا کی علمی قابلیت بہت اچھی تھی، اس کے اخلاق پسندیدہ تھے، دکن کی ایک تاریخ اس کی سرپرستی سے لکھی گئی ہے، اس کے متعلق ہمارا ایک مضمون بھی شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یورپ میں دکھنی مخطوطات پر تفصیل سے صراحت، [2] ملاحظہ ہو حیات چندا مولفہ غلام صمدانی گوہر

طرح میں میر عالم جیسی ہستی نے ایک مثنوی لکھی ہے اور ارسطو جاہ
جیسے مدارالمہام کے حکم سے اس کا دیوان مرتب ہوا ہے،
حسن لقا بائی چندا کی متبنیٰ تھی، اس کا باغ آج تک مشہور اور
موجود ہے، ان کے یہاں حیدر آباد کے شرفا اور امرا آتے اور
موسیقی اور علم مجلس سے بہرہ اندوز ہوتے تھے، لیکن اس کے
بعد وہ زمانہ آیا جب کہ موسیقی صرف پیشہ ور طوائف قوال
اور مراثنیوں سے مختص ہو گئی۔ اور شرفا اس سے محروم ہو گئے
اس طرح یہ شریف فن یہاں زوال پذیر ہو گیا، زمانہ نے
جو نیا رنگ بدلا ہے۔ اس کے لحاظ سے اب پھر شرفا میں
اس کا رواج ہو چلا ہے،

مدارس میں موسیقی کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور اکثر
گھرانوں میں لڑکیوں کو ہارمونیم وغیرہ کی تعلیم ضروری سمجھ لی
گئی ہے، مگر جہاں تک معلومات حاصل ہیں ہمارے مدارس میں
مغربی موسیقی کی تعلیم ہوتی ہے، ضرورت ہے کہ مشرقی موسیقی
کو بھی شامل کیا جائے،

موسیقی کی حیثیت سے جن خواتین نے نام و نمود پیدا کیا
ہے ان کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

رانی للیتا دیوی جو راجہ صاحب چٹپول کی صاحبزادی ہیں اور راجہ صاحب گرگنڈہ سے بیاہی گئی ہیں موسیقی کی مہارت کے لحاظ سے خاص طور پر قابل ذکر ہیں، آپ کو مشرقی موسیقی خاصکر کرناٹکی موسیقی میں مخصوص امتیاز حاصل ہے کرناٹکی موسیقی کے علاوہ دیگر ہندوستانی راگ راگنیوں میں پوری مہارت رکھتی ہیں انگریزی موسیقی میں بھی دخل ہے۔ موسیقی کے علاوہ اسپورٹس وغیرہ سے آپ کو دلچسپی ہے اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

مسنر پدما راؤ کو موسیقی میں بڑی مہارت حاصل ہے اور مختلف اقسام کی موسیقی سے ان کو دلچسپی ہے، کئی مرتبہ اسٹیج پر اپنے موسیقی کے کمالات پیش کر چکی ہیں۔

مسنر چلما (راجہ وینو گوپال پلے ناظم طباعت و اسٹیشنری سرکار عالی) کا ذکر بھی اس موقع پر ضروری ہے آپ ہندوستان کے مشہور کرکٹ پلیر مسٹر پی جی رام کی صاحبزادی ہیں، مسنر چلما نے بطور خاص ٹرنٹی کالج (Trinity College) سے موسیقی کی سند حاصل کی ہے۔ اور آپ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے حیدر آباد میں کرناٹکی موسیقی کو رواج دیا۔

اور (دنیا Veena) اور (Mondoline)
میں آپ کو بڑی اچھی مہارت حاصل ہے۔ بچوں کو آپ موسیقی
کی تعلیم بھی دیا کرتی ہیں۔
مس پدمجا نائیڈو جن کا ذکر شاعری اور مصوری کے
ضمن میں آچکا ہے موسیقی سے بھی دلچسپی ہے آپ کو مغربی موسیقی
کے ساتھ مشرقی موسیقی خصوصاً اردو، ہندی میں مہارت
حاصل ہے۔
مسز ولنکر بحیثیت موسیقی داں خاص شہرت رکھتی ہیں
ان کو مغربی موسیقی کے ساتھ مشرقی موسیقی میں بھی انہماک ہے
یہ کہنا ایک واقعہ کا اظہار ہے کہ طبعاً آپ کو موسیقی سے
لگاؤ ہے، بنگالی، اردو، مرہٹی اور انگریزی میں اپنے کمالات
دکھاتی ہیں، اسی دلچسپی کے باعث آپ نے اپنی لڑکیوں
کو بھی مشرقی اور مغربی موسیقی کی پوری تعلیم دلائی، مسز
کرپاٹ مس لیلا ولنکر اور بابا ولنکر تینوں نے اس فن
میں اچھی مہارت پیدا کرلی ہیں۔
مسز آر، بیں نایک، ناگپور یونیورسٹی کی انڈر گریجویٹ
ہیں اگرچہ خانگی طور پر موسیقی کی تعلیم حاصل کی ہے مگر اس

باوجود مشرقی موسیقی میں بہت اچھی دستگاہ پیدا کرلی ہیں، ہارمونیم اور طبلہ اچھا باجتی ہیں، مرہٹی کے ساتھ ساتھ ہندی راگ راگنیوں میں بھی مہارت حاصل ہے،

مسز ملنا، مسز ہارڈی کر، مسز وی سبا راؤ مسز سری نواس آئنگار، مس گوپالن، مس اندراپلے کے نام بھی موسیقی دانوں کی فہرست میں درج کرنا ازبس ضروری ہے،

بیگم فیض الدین صدر مہتمم تعلیمات کو موسیقی میں کافی مہارت حاصل ہے خصوصاً پیانو بہت اچھی طرح بجاتی ہیں، موسیقی کے امتحانات بھی پاس کئے ہیں،

مسز راجم جو سروجنی نائیڈو صاحبہ کی بہن ہیں، موسیقی میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتی ہیں اور ہندوستان کی مشہور رقاصہ ہیں آپ کے کمال رقص کی تعریف یورپ میں بھی ہوتی ہے،

بیگم سید رحمت اللہ (پروفیسر جاگیردار کالج) کو شاعری مصوری کے ساتھ موسیقی میں بھی مہارت تامہ حاصل ہے، ٹرنیٹی کالج (لندن) کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی ہے مغربی موسیقی کے ساتھ مشرقی موسیقی خصوصاً ستار اور طبلہ

بہت اچھا بجاتی ہیں،

بیگم سید محمد ہادی، بیگم سلیمان ہاشم یار جنگ کا ذکر بھی اس موقع پر ضروری ہے، ان کو بھی موسیقی سے دلچسپی اور بڑی اچھی مہارت حاصل ہے،

بیگم سید محمد علی خاں (پروفیسر عثمانیہ کالج) کو مشرقی موسیقی میں خاص امتیاز حاصل ہے،

مسز وامن نائیک ستار بہت اچھا بجاتی ہیں۔

اداکاری

موسیقی، مصوری کی طرح ڈرامہ بھی قدیم ہندوستان کی میراث ہے کالی داس کے مشہور ڈرامہ شکنتلا کا نام آج بھی زندہ ہے، اگرچہ اسلامی عہد میں ڈرامہ کو کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی، مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تجدید میں مسلمانوں نے بڑا حصہ لیا ہے،

"امانت" کے "اندر سبھا" نے زندگی جاوید حاصل کر لی ہے اس کے بعد ایک وہ دور بھی گذرا ہے جبکہ ڈرامہ پر نا اہل افراد کا قبضہ ہو گیا، اور شرفا تو اداکاری سے بھاگتے تھے، ڈرامہ میں اداکاری ایک ایسے فرقہ اور طبقہ سے خاص ہو گئی جو فن سے ناواقف اور صرف سٹیج سیدھے کرنا جانتا تھا۔

درحقیقت یہ بڑی بدقسمتی تھی کہ ڈرامہ جیسے فن میں عملی حصہ لینا اور اسٹیج پہ اداکاری کرنا معیوب خیال کیا جاتا تھا،

یورپ کے اثرات کے باعث اب پھر ہوا پلٹی اور کسی ڈرامہ میں اداکاری کرنا معیوب نہ رہا۔ پہلے شریف مردوں نے حصہ لیا اور اس کے بعد عورتوں میں بھی یہ طریقہ مقبول ہونے لگا ہے

یورپ کے مدارس میں جس طرح طلبا اور طالبات اداکاری میں حصہ لینا ضروری خیال کرتی ہیں، اسی طرح یہاں بھی اب رواج ہو چلا ہے، اور ہمارے مدارس و کالجوں میں اب اکثر و بیشتر ڈرامے ہوتے اور طلباء بڑی دلچسپی کے ساتھ اس میں حصہ لیتے ہیں، جس طرح لڑکوں کے مدارس میں ڈرامے ہوتے ہیں اسی طرح لڑکیوں کے مدارس میں بھی مختلف انگریزی اور اردو ڈرامے کئے جاتے ہیں، طالبات نہایت عمدگی سے اداکاری کرتی ہیں،

مدارس کے طالبات کے ناموں سے ہم واقف نہیں ہیں اس لئے اُن کی صراحت کا موقع نہیں ہے، مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض طالبات اداکاری میں بہت اچھی مہارت رکھتی ہیں، اس کے علاوہ جن خواتین کو ہم پیش کر سکتے ہیں وہ یہ ہیں،

مس رستم جنگ بہادر اور مس اندرا پٹیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے انگریزی ڈرامہ میں بطور خاص نام آوری

حاصل کی ہے، اور اپنی عمدہ ادا کاری سے مشہور ہوئی ہیں :-

مس مے مچایا بھی قابل تذکرہ ہیں، جنہوں نے لڑکوں کے ساتھ ادا کاری کرنے کی پہلی مثال قائم کی ہے، انگریزی کے علاوہ اُردو ڈرامہ میں بھی ادا کاری کی حیثیت سے حصّہ لیا ہے، "طبیب حاذق" کے ڈرامہ میں اونہوں نے ادا کاری کی ہے،

ادا کاری کی حیثیت سے رابعہ بیگم خاص طور سے قابل ذکر ہیں آپ کا تذکرہ شاعری کے ضمن میں ہوچکا ہے، محبوبیہ گرلز اسکول میں آپ معلمہ ہیں ادا کاری کے لحاظ سے آپ کو فوقیت حاصل ہے -
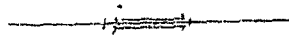
علمی خدمات

تصنیف و تالیف، مضمون نگاری

تصنیف و تالیف اور مضمون نگاری ساری علمی خدمات کا نچوڑ ہے، کسی قوم و ملک کے دماغی اور ذہنی ارتقا کا اصلی معیار اس کے تالیفات ہیں۔ مبارک دور عثمانی میں مصنفین اور مولفین کی تعداد ہر سال مائل بہ ترقی ہے، مغربی اور مشرقی السنہ میں تالیف و تصنیف کا حیدر آباد میں اب جو جدید دور شروع ہوا ہے، اس میں خواتین کا حصہ بھی کافی طور سے ہے،

یہاں اُن خواتین کو متعارف کرایا جاتا ہے جنہوں نے تصنیف و تالیف اور مضمون نگاری کے میدان میں قدم رکھا ہے، جس طرح شاعری کے ضمن میں تفصیل سے بتایا

گیا ہے، کہ حیدر آباد کے شعری کارنامے نہ صرف اردو بلکہ فارسی اور انگریزی میں بھی موجود ہیں، اسی طرح تالیف و تصنیف بھی ہندوستانی اور فارسی کے علاوہ یورپین زبانوں میں بھی ہوتی ہے، چونکہ ہندوستانی کے بہ نسبت دیگر زبانوں کے مصنفین و مولفین اور مضمون نگاروں کی تعداد کم ہے اس لئے اولاً ہم ان ہی کا تعارف کراتے ہیں،

وہ خواتین جنہوں نے ہندوستانی کے قطع نظر دیگر زبانوں کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے

اس طبقہ میں سب سے پہلے شہزادی ورشہوار دُرِّ دانہ بیگم صاحبہ کا اسم گرامی پیش ہوگا! آپ کو ترکی انگریزی، اور فرانسیسی ادب پر پورا عبور حاصل ہے، آپ کے بیش بہا مضامین جن کا موضوع زیادہ تر حیدر آباد کی عورتوں کی معاشرت ہے مغربی رسالوں میں بڑے قدر کے ساتھ شائع ہوتے اور عام طور سے پسند کئے جاتے ہیں، ان مضامین سے آپ کی انشاء پردازی کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ جس قدر جلد حیدر آبادی نسوانی معاشرت پر آپنے عبور حاصل کرلیا ہے،

اور ہر طبقہ کی عورتوں کے حالات سے کما حقہ واقفیت پیدا
کرلی ہے وہ در حقیقت حیرت انگیز ہے، اور پھر آپ کو
جس طرح اپنے اس جدید وطن اور اہل وطن سے محبت ہے
وہ ساری رعایار آصفیہ کے لئے بہجت و شادمانی کا موجب ہے
حیدر آباد کو آپ کی ذات والا صفات سے جن امور
کے پورا ہونے کی توقعات ہیں وہ بدرجہ اتم پوری ہو رہی
ہیں، جس طرح آپ یہاں کی معاشرتی سماجی، اصلاحی اور
امدادی امور میں دلچسپی سے حصہ لیتی ہیں وہ اپنی آپ نظیر
ہے، آپ نہ صرف عورتوں کے علمی اور معاشرتی جلسوں کی
سرپرستی فرماتی ہیں اور اپنی صدارت سے جلسوں کو زینت
بخشتی ہیں بلکہ فوج، کوتوالی اور طلباء وغیرہ کے اسپورٹس وغیرہ
میں بھی انعامات تقسیم کرکے حوصلہ افزائی فرماتی ہیں۔
مسز سروجنی نائیڈو جن کا ذکر شاعری کے ضمن میں
آچکا ہے ایک بہترین نثار بھی ہیں، آپ کو انگریزی زبان
پر جو قدرت حاصل ہے اس کا اظہار آپ کی نثر سے بھی
بہ کمال درجہ ہوتا ہے،
طیبہ بیگم بلگرامی (مسز خدیو جنگ) جن کا ذکر صفحات

ما قبل میں آچکا ہے، انگریزی مضمون نگاری میں خاص مہارت رکھتی تھیں، بعض ہندوستانی نظموں کو آپ نے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا اور یہ انڈین میگزین لندن میں طبع ہو کر مقبول ہوئے، اور اتنے پسند کئے گئے کہ ان کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی ہوا، ان کے انگریزی خطوط بھی قابل قدر ہیں جن سے ان کی انشاء پردازی اور وسیع نقطۂ نظر کا پتہ چلتا ہے،

اس موقع پر آپ کی صاحبزادی بیگم سید رحمت اللہ کا ذکر بھی ضروری ہے آپ کے انگریزی مضامین محبوبیہ گرلز اسکول میگزین میں شائع ہوئے ہیں آپ کے خطوط بھی قابل قدر ہیں ان سے آپ کی ادبی قابلیت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے اور پھر مغرب کی آزاد خیالی کے ساتھ ساتھ مشرقی مذہب، معاشرت اور اخلاق کی گرویدگی پوری طرح ظاہر ہوتی ہے، اور اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ مشرقی اور مغربی خیالات کے ملنے سے کس طرح وسیع خیالات اور جذبات پیدا ہو جاتے ہیں،

حضور النساء بیگم ایم اے۔ بی۔ ٹی، جن کو سرکار عالی نے

اعلیٰ تعلیم کے لئے وظیفہ عطا فرمایا، ان کو لکھنو یونیورسٹی کے
یم اے کے امتحان میں اوّل آنے کے باعث دو سال تک
یونیورسٹی سے کامرٹ اسکالرشپ کا اعزازی وظیفہ ملتا
رہا۔ انگریزی مضمون نگاری کا خاص ملکہ حاصل کیا ہے،
اسی وجہ سے عماد الملک مڈل بھی آپ کو ملا ہے۔

نور النساء بیگم، جنہوں نے لکھنو یونیورسٹی سے بی اے
کی ڈگری حاصل فرمائی، کلیہ اناث میں لکچراری کی خدمت پر
مامور ہیں، آپ کو بھی انگریزی مضمون نگاری کی کافی
مشق ہے، آپ کے انگریزی مضمون بیحد پسند کئے جاتے
ہیں، آپ کا انگریزی مقالہ "ٹامس ہارڈی بحیثیت ناولسٹ"
خاص حیثیت رکھتا ہے، اس کے صلہ میں آپ کو بھی
عماد الملک مڈل ملا ہے،

مسز راجم چٹو پادیا کو انگریزی مختصر افسانہ نگاری میں
مہارت تامہ حاصل ہے،

مسز مریم، کے پلے، اور مس جیبی نندی کو انگریزی مضمون
نویسی میں بہت اچھی مہارت حاصل ہے، بیگم فیض الدین
صدر مہتمم تعلیمات کو انگریزی مضمون نویسی کا کافی ملکہ حاصل

ہے آپ کا مضمون "ایک گاؤں کا سفر" بیحد مقبول ہوا ہے،
مس لیلا نائیڈو اور مس رستم جنگ کے نام بھی اس
ضمن میں لئے جا سکتے ہیں جن کو انگریزی ادب سے خاص
دلچسپی ہے اور مضمون نگار کی حیثیت سے شہرت رکھتی ہیں۔
پادشاہ بیگم صوفی، دختر نواب محمد یار جنگ بہادر فارسی
انشاء پردازی کے لحاظ سے قابل ذکر ہیں، نواب صاحب
علوم مشرقی کے ماہر اور محدث ہیں، انگریزی سے قطعًا ناواقف
لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنی صاحبزادیوں کو بھی اعلیٰ
درجہ کی مغربی تعلیم دلائی ہے، پادشاہ بیگم نے مدراس
یونیورسٹی سے ایف۔ اے کامیاب کرکے صاحب اولاد
ہونے کے بعد علی گڑھ سے بی۔ اے اور یم اے کی ڈگریاں
حاصل کیں۔ فارسی سے آپ کو خاص مناسبت ہے انگریزی
تاریخ ہند کو آپ نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے، جو اپنی نوعیت
کے لحاظ سے خاص چیز ہے اس وقت آپ محبوبیہ گرلز
اسکول میں فارسی کی لکچرار ہیں،

نثر ہندوستانی | اس امر پہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ ان
تمام عورتوں کو متعارف کرایا جائے جنھوں نے تصنیف و

تالیف کے میدان میں قدم رکھا ہے اور مضمون نگاری و انشاء
پردازی میں شہرت رکھتی ہیں، جن خواتین کے علمی کارناموں کی
ہم کو خبر ہوسکی ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے ۔

طیبہ بیگم خدیو جنگ مرحوم جن کا ذکر صفحات ماقبل میں آچکا
ہے ایک مصنف اور مضمون نگار کی حیثیت سے بھی پیش ہوسکتی
ہیں، اردو میں ان کی کئی کتابیں ہیں۔ انوری بیگم، حشمت آرا
اسرار سلمانی وغیرہ کئی کتابیں تصنیف کی ہیں انوری بیگم میں
انہوں نے ایک متوسط خاندان کے جو خیالات مغرب زدہ
ہوتے ہیں اس کی بڑی اچھی تصویر کھینچی ہے، مولوی عبدالحق صاحب
نے اس کتاب پر مقدمہ لکھا ہے،

خجستہ سلطانہ بیگم بنت نصیر الدین حیدر، قدیم مضمون
نگار اور مصنفہ تھیں، آپ کی کئی کتابیں شائع ہوئی ہیں
"تاریخ ہند کی کہانیاں" آج سے بیس سال قبل شائع ہوئی ہے
آپ کی گراں بہا تالیف "تاریخ تیموریہ" ہے جو ہنوز شائع
نہیں ہوئی ہے، مگر سرکار عالی نے ایک بیش قرار صلہ دیکر
اس کا حق تصنیف حاصل کرلیا ہے،

مرحومہ بڑی مضمون نگار تھیں ان کے کئی مضمون رسالہ حیات

عصمت، خاتون، ظل سلطان، اور افادہ میں شائع ہوئے ہیں،
جن سے ان کے وسیع مطالعہ اور بلند خیالی کا پتہ چلتا ہے
آپ ایک زمانہ دراز تک محبوبیہ گرلز ہائی اسکول میں
عربی و فارسی کی معلمہ تھیں مسٹر میہو مشیر تعلیمات نے اپنی
رپورٹ میں آپ کی اعلیٰ قابلیت کی بڑی تعریف کی ہے
جمال النساء بیگم سلمیٰ مرحومہ، مولانا سید نادر الدین مرحوم
استاد فلسفہ مدرسہ دارالعلوم کی صاحبزادی اور حضرت حکیم الشعرا
امجد مدظلہ کی انیس زندگی تھیں ۱۳۴۸ھ میں آپ کا انتقال
ہوا، آپ نہ صرف ایک انشاء پرداز اور نثر نگار تھیں بلکہ
شعر کہنے سے بھی شغف تھا؛ تصوف کا آپ کو خاص ذوق
تھا، اور صاحب دل تھیں، "جمال امجد" گویا آپ کے بہترین
افکار و خیالات کا مرقع ہے، کتاب کا آٹھواں نوشتہ جو
کتاب کی جان ہے تمام تر آپ ہی کے اقوال زرین کا
گلدستہ ہے، آپ بہت اچھی نقاد بھی تھیں خوش نویسی میں
کافی مہارت تھی، افسوس ہے کہ آپ کی زندگی نے وفا نہ کی
عین عالم جوانی میں انتقال ہو گیا۔
صغرا بیگم ہمایوں مرزا کا نام بحیثیت مصنف و مولف خاص

طور سے پیش ہونے کے لایق ہے، آپ کو زمانہ دراز سے نہ صرف تصنیف و تالیف کا شوق ہے۔ بلکہ اپنے ہم جنس بہنوں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبودی اور ان کی ترقی کی فکر آپ کی زندگی کا واحد مقصد ہے، غریب عورتوں کی خاطر آپ نے ایک زنانہ مدرسہ صنعت قائم فرمایا ہے، اور اپنے ذاتی صرفے سے اس کو چلاتی ہیں، اور اپنی ذاتی جائداد کا بڑا حصہ اس کے لئے وقف بھی فرما دیا ہے،

مختلف موضوع پر اب تک آپ کی تیرہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں، ان کے علاوہ بیسیوں مضمون مختلف رسالوں میں شائع ہوتے ہیں جن کی سالانہ تعداد سے اچھی ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے، رسالوں کی اڈیٹر بھی ہیں۔

ام الاعظم بلگرامی بیگم صاحبہ سید محمد حسین بلگرامی (سابق صدر محاسب) انگریزی سے واقف ہیں، مارگن شوسٹر ایران کے سابق صدر المہام فینانس کی کتاب کو "فغان ایران" کے نام سے ہندوستانی میں ترجمہ کیا ہے، جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت اہم اور ممتاز حیثیت رکھتی ہے، اس کے علاوہ بھی دو ایک کتابیں آپ کی ترجمہ کی ہوئی ہیں،

عظمت النساء بیگم (بنت نواب ممتاز یار الدولہ) کی ملکی و قومی خدمات کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا، آپ مولف بھی ہیں سفر نامہ یورپ آپ نے مرتب کیا ہے

افضل النساء بیگم (بیگم نواب نذیر جنگ بہادر) قدیم مضمون نگار ہیں "خطوط محب" کو اپنے مقدمہ کے ساتھ آپ نے شائع فرمایا ہے،

سکندر بیگم مرحومہ (بیگم مولوی زین الدین صاحب مہتمم محلات) محبوبیہ گرلز اسکول میں پکوان کی معلمہ تھیں، "پخت سکندری" کے نام سے آپ نے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے، جس میں صدہا اقسام کے کھانوں کی ترکیب درج ہے،

امتہ القادر بدر النساء بیگم (راقم الحروف کی والدہ) آپ کی تالیف "گلزار اولیا" شائع ہوئی ہے، جس میں اولیا اللہ کے اخلاقی قصے اور کرامات درج کئے گئے ہیں،

سارہ بیگم دختر مولوی احمد مدنی مرحوم، مولوی صاحب مدرسہ دار العلوم کے مدرس تھے اس کے بعد مدرسہ دار ان منصب کے صدر مدرس ہو گئے تھے، آپ کی اولاد علم و فن کی بڑی شایق ہے، ایک نوجوان لڑکے ابو النصر فتح اللہ

سروش" کا کامیابی پچ سی ایس کے بعد انتقال ہوگیا،
سارہ بیگم ہندوستانی اور فارسی و عربی کی اچھی قابلیت
رکھتی ہیں، اپنے مرحوم بھائی کے حالات میں "ماتم سروش"
کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے، جس سے آپ کی
علمی قابلیت کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے، اس کے علاوہ بھی
آپ کی چند کتابیں ہیں جو ہنوز شائع نہیں ہوئیں، رسالہ
"افادہ" میں آپ کے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں جن سے
آپ علمی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔

امتہ العزیز بیگم (دختر مولوی خلیل اللہ صاحب سابق
مددگار مالگزاری) ڈاکٹر حمید اللہ کی آپ بڑی ہمشیرہ ہیں
عربی کی بڑی اچھی قابلیت ہے، کئی کتابیں فقہ، صرف، نحو
اور احادیث کی ہندوستانی میں ترجمہ کی ہیں مگر افسوس ہے
ہے کہ ان کی طباعت اب تک نہیں ہوئی۔

فاطمہ النسار بیگم نے بچوں کی کہانیاں" وغیرہ چند کتاب
شائع کی ہیں،

ان مولفین کے علاوہ جن کی مستقل کتابیں ہیں، مضمون
نگار خواتین کی تعداد بھی خاصی ہے، جن کے مضامین

ہندوستان اور دکن کے زنانہ اور مردانہ رسالوں میں شائع ہوتے ہیں، ان میں سے قابل ذکر حسب ذیل ہیں،

ج نقوی صاحبہ، آپ مرحوم ابو رضا صاحب کی دختر اور مسٹر مجتبیٰ علی نقوی کی شریک زندگی ہیں، ہائی اسکول نامپلی میں ابتدا سے آپ کی تعلیم ہوئی اور اسی کالج سے سنہ ۱۳۴۳ف میں جامعہ عثمانیہ کی "بی۔ اے" کی ڈگری حاصل کی اگرچہ آپ کا تذکرہ شعرا کے ضمن میں آچکا ہے مگر در اصل آپ نثار افسانہ نگاری کی حیثیت سے پیش ہونے کی زیادہ مستحق ہیں، آپ کے افسانے اور ادب لطیف پر بیسوں مضامین مختلف رسالوں میں شائع ہوتے ہیں، ہر سال ان کا ایک بڑا ضخیم مجموعہ تیار ہو سکتا ہے، چنانچہ اس وقت دو مجموعے شائع ہو رہے ہیں،

رسالہ شہاب میں "مکتوبات جمیل" کے تحت آپ کے کئی خطوط بھی شائع ہوئے ہیں، آپ کو مضمون نگاری اور افسانہ نگاری کا اس قدر ملکہ حاصل ہو گیا ہے کہ بلا تکلف فوراً قلم برداشتہ لکھی چلی جاتی ہیں، بہر حال آپ کلیۃً اناث کی ممتاز ترین سپوت قرار دی جا سکتی ہیں انجمن خواتین دکن

کی آپ سکریٹری بھی ہیں،

محمدی بیگم جو شمس العلماء مولانا نذیر احمد کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں ۱۳۴۱ ف میں جامعہ عثمانیہ کے بی۔اے کے سارے امیدواروں میں اول آئیں، آپ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری کے لئے یورپ کا سفر اختیار کی ہیں آپ کا سفرنامہ یورپ رسالہ عصمت میں شائع ہو رہا ہے۔

حفیظہ جمال بیگم (مسز برہان الدین حسین افسر زراعت) راقم کی برادر زادی بہت اچھی مضمون نگار ہے خانگی طور سے تعلیم حاصل کرنے اور پھر باقاعدہ تعلیم نہ ہونے کے باوجود صرف مطالعہ سے جو قابلیت پیدا کرلی ہے وہ قابل تعریف ہے، عصمت، تہذیب، اور زیب النساء وغیرہ رسالوں میں کثرت سے مضمون شائع ہوتے ہیں، جن سے وسعت معلومات کا پتہ چلتا ہے، انجمن خواتین دکن اورنگ آباد کے سکریٹری کے فرائض بھی ان سے متعلق ہیں۔

مسز جمال الدین کو بھی مضامین نگاری سے دلچسپی تھی تربیت اولاد اور پرورش اطفال پر ہمیشہ آپ کے مضمون

شائع ہوتے تھے۔

زہرہ بیگم (بنت ڈاکٹر عبدالرب) اچھی مضمون نگار ہیں، شعر کہنے میں بھی دخل ہے، مختلف عنوانات پر آپ کے مضامین زنانہ رسالوں میں شائع ہوتے ہیں،

رابعہ بیگم جن کا قبل ازیں تذکرہ ہوا ہے مضمون نگار کی حیثیت سے قابل ذکر ہیں رسالہ افادہ وغیرہ میں آپکے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں، معصومۃ الرحمٰن بیگم کو مضمون نگاری سے بڑی دلچسپی ہے آپ کے مضامین رسالہ عصمت زیب النساء وغیرہ میں شائع ہوتے ہیں،

سکینہ بیگم (سید رحمت اللہ پروفیسر جاگیردار کالج) کے کئی مضمون محبوبیہ گرلز اسکول میگزین میں شائع ہوئے ہیں ان سے ان کے پاکیزہ خیالی اور بلندی نظری کا پتہ چلتا ہے۔

لطیف النساء بیگم اور بدر النساء بیگم جن کا ذکر شاعروں کے ضمن میں ہو چکا ہے مضمون نگار کی حیثیت سے بھی قابل تذکرہ ہیں،

بیگم فیض الدین صدر مہتمم تعلیمات، بیگم ڈاکٹر عبدالحق پروفیسر عثمانیہ کالج بھی مضمون نگاری سے دلچسپی رکھتی ہیں

اوّل الذکر کے کئی مضمون اور افسانے رسالہ النساء اور عصمت میں شائع ہوکر پسند کئے گئے ہیں،

بیگم عبدالقادر سروری بھی مضمون نگاری کی حیثیت سے قابل ذکر ہیں رسالہ شہاب میں آپ کے بعض مضمون شائع ہوے ہیں۔

مس یس احمد حسین جن کو کلیہ جامعہ عثمانیہ سے تعلق ہے رسالہ شہاب اور اخبار پیام وغیرہ میں آپ کے متعدد مضمون شائع ہوے ہیں، بعض مضمون نے بڑی شہرت حاصل کرلی ہے۔

زبیدہ بیگم (مسز سعدالدین پروفیسر عثمانیہ کالج) کو بھی مضمون نگاری کا شوق ہے "سفینۂ نسواں" میں آپ کے چند مضمون شائع ہوے ہیں،

امتہ الکریم خورشید صاحبہ نذیر اور رحمت بیگم اسیر کو شاعری کے ساتھ مضمون نویسی کا بھی ملکہ حاصل ہے رسالہ شہاب میں آپ کے کئی افکار شائع ہوئے ہیں،

بیگم ابوالمنصور احمد صاحب (اورنگ آباد) اور شمع اعجاز بیگم (اورنگ آباد) بھی قابل ذکر ہیں جن کے مضامین

عصمت، تبلیغ نسواں، سہیلی، حریم، وغیرہ پرچوں میں شائع ہوئے ہیں،

بیگم یوسف مرزا انجینیر جو کرنل سید علی رضا کی دختر ہیں اور اختر بیگم دختر مولوی محمد احمد صاحب ناظم ٹپہ کو مضمون نگاری کی کافی مشق ہے، اول الذکر کو اس کے صلہ میں محبوبیہ گرلز اسکول سے طلائی تمغہ ملا ہے۔

احمدی بیگم اول مددگار مدرسہ نسواں چادر گھاٹ اور شریف خانم صدر معلمہ مدرسہ چیتا پور کے مضامین بھی اکثر رسالوں میں شائع ہوتے ہیں۔ عائشہ بیگم اورنگ آباد کے مدرسہ نسواں میں ہیڈ معلمہ ہیں نثر بہت اچھی لکھتی ہیں ان کے ہمشیرہ کریم النساء بھی مضمون نگاری کی حیثیت سے قابل تذکرہ ہیں،

عظمت النساء بیگم بنت نواب رفعت یار جنگ بہادر کو بھی مضمون نویسی کا بڑا شوق تھا، رسالہ عصمت میں آپ کے بیش بہا خیالات شائع ہوتے تھے مگر افسوس نوجوان بیوگی کا آپ کو جو صدمہ برداشت کرنا پڑا اس کی وجہ سے آپ کی علمی دلچسپی کم ہوگئی۔

بدر النساء بیگم (مسز آقا حیدر حسن پروفیسر نظام کالج)
بھی بہت اچھی اہل قلم ہیں تذکرۂ جمیل پر آپ نے بہت
اچھا مقدمہ لکھا ہے۔
ان کے علاوہ بیسیوں صاحب قلم خواتین ہیں ان کے
مضامین جو مختلف عنوانات پر مشتمل ہوتے ہیں، اکثر رسالوں
وغیرہ میں دیکھے جاتے ہیں، بعض کسی خاص رسالہ میں
ہی اپنے مضمون ارسال کرتی ہیں اور بعض کے مضامین
ایک سے زیادہ پرچوں میں شائع ہوتے ہیں ان کے اسمائے
گرامی درج کئے جاتے ہیں۔
خالدہ بیگم مخدوم، آرہ بیگم (مسعود علی)۔ مسز عبدالصمد
اُم عاصمہ بیگم (گلبرگہ) بنت فیاض الدین، حسن النساء بیگم
خورشید بیگم، فاطمہ بیگم، دردانہ بیگم، عابدہ خاتون سعیدہ
خاتون (جالنہ)، بیگم عبدالغنی، مہرور سلطانہ بیگم، مسز
انور کمال (گلبرگہ) مریم بانو، بنت عبدالرحمن خاں،
سعیدالنساء بیگم، بیگم قیس، بیگم عباس علی خاں، بیگم عبدالغفار
(اورنگ آباد) شہناز بیگم مدنی، اقتدار منظور صاحبہ۔
اسی موقع پر محبوبیہ گرلز اسکول میگزین کے بعض

مضمون نگاروں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) زہرہ فاطمہ بیگم

(۲) دختر ہاشم علی صاحب

(۳) دختر علی خاں صاحب

(۴) دختر عارف الدین صاحب

(۵) دختر فضل محمد خاں صاحب

(۶) دختر علی رضا صاحب

خواتین کی علمی ترقی میں ایک امر یہ بھی ہے کہ ہماری عورتیں مستقل طور پر صحافت کی ادارت کے فرائض انجام دینے کے قابل ہوئیں،

اس دور میں سب سے پہلے صغرا بیگم ہمایون مرزا نے "النساء" کے نام سے ایک ماہوار پرچہ جاری فرمایا اور کئی سال تک وہ حیدرآباد سے برابر شائع ہوتا رہا۔ اور اب لاہور سے ایک پرچہ "زیب النساء" کے نام سے شائع فرماتی ہیں جو دکن اور ہندوستان کے خواتین اور مشاہیر کے مضامین اور نظموں پر مشتمل ہوتا ہے،

دوسرا پرچہ "خادمہ" کا تھا یہ بھی ماہواری تھا اس کی ادارت مولوی محب حسین مرحوم کی دختر مسز ولی الدین کرتی تھیں۔ مگر افسوس چند سال کے بعد موقوف ہو گیا،

"پھجولی" کے نام سے سیدہ بیگم خویشگی نے ایک رسالہ
شائع فرمایا تھا جس کی سرپرست لیڈی سر اکبر حیدری تھیں
اس رسالہ نے اپنی ایک سالہ زندگی میں نظم و نثر کے بعض
نہایت عمدہ نمونے شائع کئے تھے۔

"سفینۂ نسواں" کے نام سے ایک پرچہ ماہوار شائع
ہوتا ہے جس کی ادارت صادقہ قریشی، محمودہ اختر کے ذمہ
ہے۔ اس پرچہ کے بعض نمبر نہایت اہتمام سے شائع
ہوئے ہیں۔

نوشابہ خاتون کی زیر ادارت "سہیلی" کے نام سے ایک
رسالہ ہندوستان سے شائع ہوا کرتا تھا۔

اِن مستقل پرچوں کے علاوہ کئی زنانہ اور مردانہ رسالوں
میں خواتین کے مضامین نظم و نثر شائع ہوتے ہیں، جن میں
سے بعض حسب ذیل ہیں۔

عصمت، رہبر نسواں، تہذیب نسواں، حریم، تبلیغ النسواں
سہیلی، شہاب، صبح دکن، منشور، رہبر دکن، حسن کار، پیام
وغیرہ۔

اسی موقع پر مس مرینالنی چٹوپادیا کا ذکر بھی ضروری

ہے جو ایک انگریزی رسالہ شمع کے نام سے شائع کرتی تھیں جس کی اشاعت دنیا کے ہر حصہ میں تھی۔

محبوبیہ گرلز اسکول میگزین کے ایڈیٹوریل اسٹاف کے بعض نام حسب ذیل ہیں۔

مس اندرا اپلے، دختر ناظر یار جنگ، دختر عقیل جنگ دختر لشکر علی صاحب، دختر مسٹر تقی،

تقریر کے ذریعہ مجمع پر کوئی جادو کر دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے، اس کے لئے بڑی مشق اور خاص ملکہ کی ضرورت ہے، اور پھر یہ چیز زیادہ تر فطری ہے اکتسابی کم تر، اس صنعت میں بھی چند خواتین کا تعارف کرایا جاتا ہے بعض خواتین تو تقریر میں مردوں سے بھی آگے نکل گئی ہیں

سب سے پہلے مسز سروجنی نائیڈو کا نام پیش ہوگا۔ جو انگریزی زبان میں تقریر نہیں کرتیں بلکہ روانی، تسلسل اور اور زور بیان کا دریا بہا دیتی ہیں، انگریزی خطابت کے سارے گر آپ کو ازبر ہیں، مجمع میں جو اصحاب انگریزی سے واقف نہیں ہوتے ان پر بھی آپ کی روانی اور اسلوب بیان کا خاص اثر ہوتا ہے، آپ حیدرآباد کی ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی ایسی خاتون ہیں جنہوں نے خود اہل زبان

سے بھی اپنا لوہا منوا لیا ہے، امریکہ و انگلستان میں بھی اس ہندی بلبل خوش نوا نے تحسین و آفریں کے سینکڑوں تمغے حاصل کئے ہیں،

طیبہ بیگم مرحومہ (خدیو جنگ) دوسری زبردست مقرر تھیں جن کی تعلیمی اور معاشرتی تقریریں مشہور و معروف ہیں۔

اس موقع پر مس پدمجا اور مس لیلا منی کا نام بھی پیش ہو سکتا ہے، جنہوں نے کئی مرتبہ بڑے بڑے مجمعوں میں کامیاب تقریرین کی ہیں،

صغرا بیگم ہمایون مرزا کا نام بھی لینا ضروری ہے، آپ پہلی حیدر آبادی مسلم خاتون ہیں جنہوں نے مردوں کے جلسہ میں تقریر فرمائی ہیں

مسز راجہ وینو گوپال پلے بھی مقرر کی حیثیت سے قابل تذکرہ ہیں آپ نے بھی مردوں کے جلسوں میں تقریر فرمائی ہیں

مسز رستم جنگ کا نام بھی اسی تفصیل میں ذکر کیا جا سکتا ہے،

انجمن خواتین کے جلسوں وغیرہ کے موقع پر متعدد خواتین تقریر کرتی اور مضمون سناتی ہیں، ان میں سے جو زیادہ حصہ

لیتی ہیں ان کے نام یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

معصومہ بیگم مسز حسین علی خاں (دختر کلاں نواب خدیو جنگ مرحوم)

مسز جمال الدین، بیگم عبدالقادر صاحب سابق تعلقدار، بادشاہ بیگم صوفی، بیگم سید امین الحسن رضوی، مسز ڈاکٹر ملنا محمدی بیگم بی۔اے، بیگم فیض الدین صدر مہتمم، بیگم نذیر جنگ بہادر، بیگم سید امیر حسن سابق اوّل تعلقدار، دختر خواجہ بدرالدین صاحب معتمد انجمن انیس الغرباء۔

انجمن انیس الغرباء کی جانب سے جو جلسہ میلاد مقرر ہوتا ہے اس کے بعض مقررین حسب ذیل ہیں۔

شمس النساء بیگم دختر حافظ عبدالعلی صاحب وکیل، بیگم ڈاکٹر دلاور خاں صاحب، عصمت النساء بیگم، بیگم مرزا مہدی خاں صاحب کوکب، بشیر النساء بیگم صاحبہ۔

معاشرتی بیداری

خواتین دکن نے جس طرح علم و فن کے میدان میں ترقی کی منزلیں طے کی ہیں، اسی طرح ان کی معاشرتی ترقی بھی قابل ذکر ہے، معاشرت کے مختلف پہلو پردہ، لباس، سنگھار آرائش، سلیقہ، خورد و نوش، رسم و رواج وغیرہ۔ ہر ایک پہلو کے متعلق کسی قدر تفصیل ضروری ہے،

پردہ ہندوستان میں سب سے پہلے پردہ کے خلاف حیدرآباد ہی میں جد و جہد شروع ہوئی، مولوی محب حسین مرحوم نے اپنے مضامین اور لکچروں سے اس کی تحریک شروع کی تھی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تعلیم نسواں کا اس قدر چرچا نہیں تھا اور پرانے خیالات اور پرانے رسم و رواج کا اثر غالب تھا لامحالہ اس وقت یہ تحریک قبل از وقت تھی، کسی نے مولوی صاحب کی صدا پہ لبیک نہیں کہا بلکہ ہر طرف سے مخالفتیں

کی گئیں۔ حیدر آباد میں نہ صرف مسلمانوں میں پردہ تھا بلکہ ہندوؤں کے بڑے گھرانوں میں بھی شدت کے ساتھ اسی پہ عمل ہوتا تھا۔

گزشتہ چند سال سے پردہ کا رواج کم زور ہو چلا ہے صغرا بیگم ہمایون مرزا کی تحریک کا بڑا اثر ہوا ہے، ہندو اصحاب میں تو اب تقریبًا پردہ کا رواج نابود ہو گیا ہے مسلمانوں میں بھی بتدریج کمی ہو چلی ہے، اگرچہ اب بھی حیدر آباد میں عام طور سے پردہ کا رواج ہے، مگر اعلیٰ طبقہ میں اس کا بہت کم خیال ہے، اور نئے خیالات اور تعلیم کی ترقی کے لحاظ سے خیال ہے کہ آئندہ چند سال کے بعد غالبًا پردہ کا رواج باقی نہیں رہے گا۔

لباس ایک وہ زمانہ تھا کہ حیدر آباد میں بلا لحاظ موسم قیمتی اور وزن دار لباس مستعمل تھا، قیمتی لباس وہی ہوتا تھا جس پر بیش قیمت مصالحہ لگایا جاتا، اور اس طرح وہ قیمتی کے ساتھ وزنی بھی ہو جاتا تھا، اس کے پہننے والیوں کو دو قدم چلنا مشکل تھا۔ شان امارت اسی میں سمجھی جاتی تھی کہ لباس پر زیادہ سے زیادہ گراں قیمت مصالحہ لگایا جائے۔

اب عام طور سے لباس میں نہ صرف موسم کا لحاظ کیا جانے لگا ہے، بلکہ لباس میں نزاکت، خوش نمائی، بھی ملحوظ رہنے لگی ہے، شوخ رنگ معیوب ہوگیا، ریشمی کپڑے اپنی خوش نمائی اور نزاکت کے لحاظ سے مرغوب ہوگئے لباس میں بڑی حد تک یکسانیت آگئی ہے، عام طور سے سادگی زیادہ پسند کی جاتی ہے نہ صرف لباس بلکہ آرایش میں بھی اس کا خیال رکھا جاتا ہے،

لباس کے استعمال میں مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، خوش نمائی، زیب وزینت، پائیداری، کفایت، سہولت، آسایش، ان تمام امور کے مدنظر اب جو لباس استعمال کیا جاتا ہے وہ حسب ذیل اشیاء پر مشتمل ہے:-

(۱) ساڑی، جس کا طول چھ گز سے آٹھ گز تک ہوتا ہے اور سوتی، ریشمی، زرین پارچے اس کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں، باوجود قیمتی ہونے کے اس میں اتنا وزن نہیں ہوتا جو زمانہ سابق کے کپڑوں میں ہوا کرتا تھا، اب اکثر خواتین میں دیسی ساڑیوں کا بھی رواج ہے،

(۲) قمیص، کرتا، جمپر، یہ بھی سوتی اور ریشمی پارچہ سے

بنائے جاتے ہیں بلکہ عموماً اسی کپڑے کے ہوتے ہیں، جس کپڑے کی ساڑی ہوتی ہے،

(۳) ان دو بیرونی کپڑوں کے علاوہ اندرونی لباس بیٹی کوٹ چسٹ برسٹ، چولی بنین، چڈی وغیرہ ہیں،

یہ لباس ایسا عام ہے کہ بلا تفریق مذہب و ملت استعمال ہوتا ہے، البتہ قمیص، جمپر کی وضع قطع میں کسی قدر فرق ہوتا ہے، ورنہ مسلم غیر مسلم (ہندو، پارسی دیسی عیسائی، اور یہودی) سب ہی اس لباس کو استعمال کرتے ہیں۔

اسی کے ساتھ پائتابہ، شوز، چپل، دہلی اور پنجاب کے زرین جوتے استعمال کئے جاتے ہیں۔

آج سے پہلے لباس کی یکسانیت نہیں تھی، مسلمانوں کا لباس جداگانہ تھا تو ہندوؤں کا علیحدہ اور پارسیوں کا جدا تھا تو دیسی عیسائی کا جداگانہ تھا۔ لباس کی یکسانیت بھی اس عہد کی ایک یادگار ہے،

لباس کی یہ ترمیم روز مرہ کے لئے نہیں ہوئی بلکہ شادی بیاہ کے موقع پر بھی اس کا رواج ہوگیا ہے کہ اور پھر اس لباس کی یکسانیت صرف مذہب و ملت

کے لحاظ سے نہیں بلکہ دولت و ثروت کے لحاظ سے بھی ہے، امیر سے امیر کے لباس کے اجزا وہی ہوتے ہیں اور غریب کے بھی وہی البتہ سوتی اور ریشمی کا فرق ہو جاتا ہے۔

زیور | آج سے پہلے سر سے پیر تک مختلف قسم کے زیور استعمال کئے جاتے تھے، ہاتھ پاؤں اور گلے میں لباس کی طرح ایسے وزنی زیور سونے اور جڑاوی ہوتے تھے کہ جن کے وزن سے چلنا پھرنا دوبھر ہوتا تھا،

اب زیور کا استعمال بہت کم ہو گیا ہے صرف دو چار چیزیں ہاتھ اور گلے میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً انگشتریاں نکلس، چوڑ وغیرہ۔

سنگھار | زمانہ سابق میں بھی یہاں اسباب سنگھار کی کئی چیزیں تھیں، مثلاً مہندی، مسّی، کاجل، سرما، پان، تیل و عطر وغیرہ۔ تیل اور عطر کئی اقسام کے تھے اب سادگی زیادہ پسند کی جاتی ہے اور بعض بعض عورتیں جو سنگھار کی دلدادہ ہیں وہ ان قدیم سنگھار کی چیزوں کے بجائے یورپین سامان استعمال کرتی ہیں، صابون، پوڈر، لیونڈر، سینٹ

کریم، ہیر آئیل وغیرہ پسند کئے جاتے ہیں، بالوں کے آرائش کے کئی طریقے رائج ہیں،

مگر یہاں اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ زمانۂ سابق کے سنگھار اور موجودہ سنگھار میں کیا کیا خوبیاں اور نقائص ہیں مثلاً زمانہ سابق میں ہاتھ پاؤں میں مہندی لگائی جاتی تھی جو بلا رقم خرچ کئے درخت کے پتوں سے بنائی جاتی اور ہفتوں اس کا رنگ باقی رہتا تھا، اس کے بجائے اب جس رنگ سے ناخن رنگے جاتے ہیں وہ قیمتی ہونے کے علاوہ پائدار نہیں ہوتا۔ سابق میں ہونٹ اور دانت کی سرخی کے لئے پان کا استعمال تھا، اب جس شئے سے ہونٹ سرخ کئے جاتے ہیں وہ پائداری میں پان سے بہت کم ہے اسی طرح زمانہ سابق میں غازہ استعمال ہوتا تھا، اب اس کے ساتھ پوڈر استعمال کیا جاتا ہے، اگر ہم زمانۂ سابق کے سنگھار اور موجودہ سنگھار کا موازنہ کریں تو زمانۂ سابق کا پلہ کسی قدر بھاری نظر آتا ہے، البتہ مسی کا ترک مفید خیال کیا جا سکتا ہے۔ آج کل غرض سادگی زیادہ مرغوب ہو چلی ہے خواہ لباس ہو کہ سنگھار۔

مکان کی آرائش مکانوں میں چٹائی، شطرنجی، چاندنی، سوجنی، قالین مسند وغیرہ کے قدیم فرش کے ساتھ ساتھ ولایتی کرسیوں صوفوں وغیرہ کا رواج کثرت سے ہے، غربا بھی چٹائی اور شطرنجی یا کم از کم چٹائی کا فرش ضرور کرتے ہیں،

اعلیٰ طبقہ کے قطع نظر اب متوسط طبقہ ہنود میں بھی فرش کا رواج ہو گیا ہے، البتہ ان کے یہاں کھانے کے موقع پر اب بھی قدیم طریقہ ملحوظ رہتا ہے، جو نیچے زمین پر کھانا رکھ کر چوکھی پر بیٹھ کر کھایا کرتے ہیں،

تصاویر، شیشہ آلات وغیرہ سے گھر کی زیب و زینت کی جاتی ہے، اسلامی، اور ہندی آرائش کی جگہ یورپین اشیاء نے لے لی ہے، یورپین اشیاء کی پائداری کس قسم کی ہوتی ہے اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے،

خورد و نوش ہندوستان کھانوں کے لئے مشہور ہے، مگر جس طرح ہندوستان کے جیسے وسیع ملک میں اس کے جداگانہ حصے اپنی طرز معاشرت کے لحاظ سے جو جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں وہ ظاہر ہے، اسی طرح یہاں کے کھانے بھی مختلف حیثیت رکھتے ہیں،

حیدر آباد میں مختلف اقسام کے کھانے پکائے جاتے ہیں، یہاں یورپین طرز کے کھانوں میں اٹلی، فرانس، جرمن انگلستان کے کھانے اچھی طرح تیار ہوتے ہیں، اسلامی طرز میں ترکی، عربی، مصری، عراقی ایرانی، اور افغانی کھانے پکائے جاتے ہیں، اس کے علاوہ خود ہندوستان کے مغلیہ عہد کے کھانوں اور ہندؤں کے کھانوں کا استعمال بھی موجود ہے، پھر جنوبی ہند، شمالی ہند، بنگال اور پنجاب کے مختلف کھانوں کا رواج ہے،

حیدر آباد میں عام طور سے فرش اور دسترخوان پر کھانے کا رواج زیادہ ہے جملہ اشیاء قرینے اور سلیقے سے چن دئے جاتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ اب یورپین طریقے سے میز کرسی پر چھری کانٹوں سے کھانے کا رواج دن بدن ترقی کر رہا ہے۔

پینے کی چیزوں میں کئی اشیاء شامل ہیں، حیدرآباد میں صاف کیا ہوا شیریں پانی افراط سے ملتا ہے، اس کے ساتھ سوڈا لیمونیڈ کا خاصا رواج ہے، چاء کا رواج بھی خاصہ ہو چلا ہے، خواتین بھی اس کی عادی ہو چکی ہیں، موسم گرما میں

بیسیوں اقسام کے شربت بنائے جاتے ہیں۔
انجمن خواتین دکن کی جانب سے ہر سال پکوان کی نمائش کی جاتی ہے، اور عمدہ پکوان پر تمغہ اور "کپ" دیے جاتے ہیں، اور مدارس میں بھی اس کے سکھانے کا خاص انتظام ہے، جس کے باعث اعلیٰ طبقہ میں بھی پکوان کا خاصہ شوق ہے، پکوان میں تمغہ یابوں اور بعض خواتین جن کو کسی نہ کسی وجہ سے پکوان میں شہرت حاصل ہے ان کے نام یہاں پیش کئے جاتے ہیں،
سکندر بیگم مرحومہ، آپ نے پکوان کے متعلق ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے اور محبوبیہ گرلز اسکول میں پکوان کی معلمہ تھیں، بیگم سید فخرالدین سکندر بیگم کی جگہ اب امتحان مقابلہ میں سب سے اول آکر محبوبیہ اسکول میں معلمہ مقرر ہوئیں ہیں، خورشید بانو نامپلی ہائی اسکول اور کلیۂ اناث میں پکوان کی معلمہ ہیں، صغرا بیگم ہمایون مرزا، حیدر آبادی کھانوں کے علاوہ ترکی اور ایرانی کھانوں میں مہارت رکھتی ہیں،
میری والدہ کو بیسیوں اقسام کے کھانے اور مٹھائیاں

بنانی آتی ہیں، خاندان کے اکثر خواتین آپ ہی سے پکوان سیکھا کرتی ہیں، علیٰ ہذا بیگم خورشید مرزا صاحب ناظم معدنیات جو خان بہادر رضا علی صاحب کلکٹر مدراس کی دختر ہیں اقسام کے کھانوں کی بڑی مہارت رکھتی ہیں، رقیہ بیگم مرحومہ (احمد مدنی) کو بھی پکوان میں بڑی دست گاہ حاصل تھی،

مسز چلما پلے، بیگم داعی الاسلام، بیگم احمد مرزا صاحب بیگم علی اکبر صاحب، بیگم سید محمد تقی صاحب، بیگم سید رحمت اللہ وغیرہا ہم بھی اس فن میں خاص مہارت رکھتی ہیں،

انجمن خواتین دکن کی نمایش پکوان میں جن خواتین کو بہترین پکوان پر تمغہ جات وغیرہ دئے گئے ہیں اُن کے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں،

(۱) دختر خان فضل محمد خاں صاحب ناظم تعلیمات کو انگریزی پکوان پر تمغہ دیا گیا۔

(۲) دختر امیر علی صاحب

(۳) بیگم سید یاور حسین کو عربی پکوان پر،

(۴) سعید النسا بیگم کو مدراسی پکوان پر،

(۵) بیگم آقا محمد علی صاحب کو ایرانی پکوان پر،

(۶) رانی صاحبہ راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی کو ہندوانی پکوان پر کپ دیا گیا،

(۷) شمس النساء بیگم کو ہندوستانی پکوان پر کپ دیا گیا،

سلیقہ کسی عورت کی زندگی کا سب سے بڑا اور اہم فریضہ سلیقہ شعاری ہے، وہ گویا گھر کی ملکہ ہوتی ہے، گھر کے سیاہ و سفید کی مالک عورت کو ہی ہونا چاہیئے عصر حاضر میں یورپ کی خواتین زندگی کے دوسرے شعبوں میں جس طرح حصہ لینے لگی ہیں وہ اظہر من الشمس ہے گو اس کے جواز میں دو رائیں ہوسکتی ہیں، اٹلی اور جرمنی کی حکومتوں نے عورتوں کو مجبور کردیا ہے کہ وہ صرف امور خانہ داری کے لئے مختص ہو جائیں، بہر حال یورپ میں عورتوں کا سلیقہ شعار ہونا بڑے امتیاز کا موجب خیال کیا جاتا ہے، عورت دوسرے میدانوں میں حصہ پانے کے باوجود وہ سلیقہ شعاری کا کچھ نہ کچھ ملکہ پیدا کرلیتی ہے جاپان میں بھی خاص طور سے سلیقہ شعاری کی تعلیم دی جاتی ہے زمانہ سابق میں جبکہ تعلیم کا عام طور سے رواج نہیں تھا، ہماری عورتیں سلیقہ شعاری میں کمال پیدا کرتی تھیں، اور آج بھی

خاندان کی بزرگ خواتین جس طرح سلیقہ مند ہوتی ہیں وہ نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہے۔

سلیقہ شعاری میں صرف یہ شامل نہیں ہے کہ مکان کا روز مرہ انتظام کرلیا جائے بلکہ اس کے اصلی معنی منتظم و مدبرہ کے ہیں، جب تک کسی عورت میں یہ امور بدرجہ اتم موجود نہ ہوں وہ سلیقہ شعار نہیں ہوسکتی اور نہ اس کو گھربار کے نظم و نسق میں کوئی کامیابی ہوسکتی ہے،

سلیقہ شعاری میں جن خواتین کے نام بطور مثال پیش کئے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں، سب سے اول لیڈی حیدری کا نام قابل ذکر ہے۔ جن کے اعلیٰ انتظام اور خوش سلیقہ گی کا حیدرآباد میں بڑا شہرہ ہے، اور وہ اپنے حسن انتظام اور سلیقہ شعاری کے باعث ممتاز حیثیت رکھتی ہیں،

رانی شام راج، مسز نندی، مسز چلما پلے، مسز رستم جنگ، ڈاکٹر مس شاہ، مسز ولنکر، صغرا بیگم ہمایون مرزا، بیگم سید محمد نقی، بیگم سید علی اکبر، بیگم احمد مرزا، رقیہ بیگم (احمد مدنی) وغیرہ کے نام بھی اس موقع پر پیش کئے جاسکتے ہیں،

نوجوان خواتین میں ہم کو افسوس ہے کہ معلومات کے نہ ہونے سے

ہم صرف چند نام پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں،

سب سے پہلے بیگم سید رحمت اللہ (پروفیسر جاگیردار کالج) کا نام پیش ہوگا ان کی سلیقہ شعاری نوجوانوں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے، گھر کا انتظام خانہ داری جس عمدگی اور صفائی و نفاست اور سلیقہ سے کرتی ہیں وہ آپ کی بہترین قابلیت پر دال ہے اس کے ساتھ چند دیگر خواتین کا تذکرہ ضرور ہے،

بیگم پروفیسر میر ولی الدین، بیگم رکن الدین احمد مددگار صدر محاسب، بیگم فیض الدین صدر مہتمم تعلیمات، بیگم پروفیسر سید محمد علی خان، دختر کرنل علی رضا، بیگم میر مظہر علی وکیل، بیگم سید عبد الرؤف، رابعہ بیگم دختر احمد مدنی صاحب، وغیرہ

رسم و رواج | شادی بیاہ، زچگی وغیرہ موقعوں پر زمانہ سابق میں بیسیوں رسومات ہوتے تھے، اور ہزاروں روپیوں کا غیر ضروری صرفہ ہوا کرتا تھا،

دور عثمانی کے مبارک اثرات میں یہ امر بھی شامل ہے کہ ان رسومات میں نہ صرف اصلاح ہوگئی بلکہ تقریباً تمام لغو اور فضول رواج موقوف ہو گئے، سب سے پہلے خود اعلیٰحضرت سلطان العلوم کی کتخدائی ایسے سادہ طریقہ پر بلا کسی رسم کے

ہوئی تھی کہ اس سے تمام رعایا میں اس کی تقلید کا شوق ہوگیا، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عام طور سے قدیم رسم و رواج کی پابندی لوازمۂ زندگی میں شامل تھیں،

اس کے بعد حضرت حکیم السیاست نے شہزادگان والاشان کی شادیاں جس سادگی اور اسلامی طریقہ سے انجام دیں وہ تمام رعایا کے لئے ایک نظیر ہوگئی، اب تو شادی بیاہ میں قدیم رسومات کا تقریبًا پتہ نہیں چلتا۔

اسی طرح دیگر رسوم اور تقریبوں کی حالت ہے، چونکہ رسومات کا تعلق زیادہ تر خواتین سے متعلق ہوتا ہے، اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تبدیلی درحقیقت خواتین کے خیالات میں اصلاح ہونے کی وجہ وجود میں آئی ہے!

ہمارے ملک کی عورتیں گھر کے کام کاج کے علاوہ گھریلو صنعتوں میں بھی کامیابی کے ساتھ ترقی کرتی جاتی ہیں، ان کی یہ ترقی گذشتہ پندرہ بیس سال کے اندر واقع ہوئی ہے، گھریلو صنعت میں مختلف اشیائ شامل ہیں، اون، ریشم، ربن کے کام، کامدانی، کارچوب، کروشیا، کشیدہ کاری، موتیوں کی صنعت، پوت کا کام، چمڑے کا کام وغیرہ صنعت میں اچھی مہارت پیدا کرلی گئی ہے،

ساڑیوں کے مختلف قسم کے کور، پائیتابہ، گلوبند، ٹوپے، ٹوپیاں، سوئٹر، تکیوں کے غلاف، پلنگ پوش، کوشن، ٹی کوزی، میز پوش، کشتی پوش، چادریں، پردہ، سوجنی، لیس، شوز، کف، کالر، ڈوال، جمپر وغیرہ وغیرہ اشیاء بڑی نفاست سے تیار ہونے لگے ہیں، اسی کے ساتھ عمدہ سیون بھی شامل ہے،

ان اشیاء کے بناتے میں عام طور سے مدارس کی طالبات کے علاوہ دیگر خواتین نے بھی اچھا سلیقہ پیدا کرلیا ہے، اس لئے خصوصیت سے چند مخصوص خواتین کے نام پیش کرنا دشوار امر ہے، بریں ہم بعض نام پیش کئے جاتے ہیں مثلاً جن خواتین کے کام نمایش مصنوعات ملکی منعقدہ سالگرہ مبارک میں پیش ہو کر انعام حاصل کئے ہیں ان کی صراحت حسب ذیل ہے:-

صغرا بیگم ہمایون مرزا، مسز جمال الدین، مسز زین یار جنگ، مسز خواجہ معین الدین انصاری، مرحومہ ہمشیرہ ڈاکٹر حمید اللہ وغیرہ

ان خواتین کے علاوہ جن خواتین کی دستکاری کے نمونے انجمن خواتین دکن کی نمایش میں امتیازی حیثیت پیدا کی ہیں ان کا ذکر بھی اس موقع پر بے محل نہیں ہے،

بیگم غلام حسین علاء الدین نمایش انجمن خواتین دکن کے موقع پر اپنا خاص اسٹال قائم کرتی ہیں، جس میں وہ اپنی دست کاری کے نمونے پیش کرتی ہیں، نمایش کی جانب سے تمغہ بھی حاصل کیا ہے،

بیگم ابو سعید مرزا صاحب ناظم عدالت خفیفہ اور دختر

عبداللہ علاء الدین کے بھی خاص اسٹال قائم ہوتے ہیں اور ان کی دست کاری عام طور سے پسند کی گئی ہے!
سعیدہ بیگم اس لئے قابل ذکر ہیں کہ ان کو حیدرآباد کے علاوہ بھوپال کی نمایش سے بھی تمغہ ملا ہے اوراسی طرح بیگم سید محمد تقی صاحب نائب ناظم آبکاری کو بھی ہندوستان کی نمایش دست کاری سے تمغہ ملا ہے،
ان کے علاوہ جن دیگر خواتین کو انجمن خواتین دکن کی نمایش میں تمغہ یا سرٹیفکٹ ملا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔
بیگم سید حسین زیدی، محمدی بیگم بی اے، مسز سرینواس آچاری مس ایدل جی، دختر ارسطو یار جنگ، دختر ڈاکٹر خورشید حسین،
ان کے سوا چند خواتین جن کی دست کاری نمایش کے موقع پر پسندیدہ نظر سے دیکھی گئی ہے وہ یہ ہیں۔
مس فیلن، بیگم عبدالمنان، بیگم احمد مرزا، بیگم افتخار الدین بیگم ہارون خاں شروانی، بیگم نورالاصفیا، مسز شاپور جی، مس بیکو بائی، دختر کرنل علی رضا، دختر محمود علی صاحب نائب کوتوال
اس موقع پر مسز کرامات (ولنکر) اور مس لیلا ولنکر

مس مایا ولنکر کے نام بھی پیش ہوں گے جن کو موسیقی کے
ساتھ ساتھ دست کاری میں بہت اچھی مہارت حاصل ہے
چمڑے کے کام وغیرہ کے متعلق خاص طور سے تعلیم پائی ہیں
مس خورشید تاراپور والا کی دست کاری بھی خوب
ہوتی ہے سارہ بیگم احمد مدنی کا ذکر بھی ضروری ہے آپ
کو شاعری، مضمون نگاری کے ساتھ دست کاری میں بھی
کمال حاصل ہے،

بیگم سید محمد لیسین علی خاں (اسسٹنٹ ریلوے انجنیر) جو نواب
اظہر جنگ مرحوم کی دختر ہیں دست کاری سے بڑی دلچسپی
رکھتی ہیں خصوصاً کروشیا کے کام میں اچھی مہارت حاصل
ہے کئی ایک چیزیں عمدگی اور نفاست کے لحاظ سے قابل
تعریف بنائی ہیں،

بیگم سید رحمت اللہ (پروفیسر جاگیردار کالج) کا نام بھی
اس ضمن میں پھر لینا ضروری ہے، آپ کو ہر قسم کی دست کاری
میں خاص مہارت حاصل ہے بلکہ آپ کی طبیعت میں چونکہ
جدت پسندی ہے اس لئے دست کاری میں نئے نئے
نمونے اور طریقے ایجاد کرنے کا آپ کو بڑا ملکہ ہے، آپ کو

ارکی ٹکچری سے دلچسپی ہے اس لئے ہر قسم کی اشیا رنئے طرز اور نئی شکل سے بنواتی ہیں۔

بیگم نظام الدین (اڈیٹر انجمن امداد باہمی) کو بھی دست کاری کا بڑا اچھا ملکہ حاصل ہے کروشیا، ربین، اور ریشم وغیرہ کا کام نہایت عمدگی اور نفاست سے بناتی ہیں، اور اس لئے بھی قابل تعریف ہیں کہ آپ نے باقاعدہ کسی سے اس فن کو حاصل نہیں کیا ہے بلکہ اپنے جودت طبع سے اس میں مہارت پیدا کرلی ہیں۔

اس موقع پر نمایش منعقدہ کانفرنس اساتذہ کے موقع پر جن مدارس کو دست کاری کے صلہ میں اسال انعامات دئے گئے ہیں ان کی صراحت بے محل نہیں ہوسکتی،

(۱) کلیہ اناث جامعہ عثمانیہ	سات انعام
(۲) سینٹ جورجز گرامر اسکول حصہ زنانہ	چار انعام
(۳) مدرسۂ وسطانیہ گوشہ محل	دو انعام
(۴) گرلز اسوسیشن اسکول	ایک انعام
(۵) گرل اسکول بنسی لال پیٹھ	ایک انعام
(۶) گرل اسکول رجمنٹ بازار سکندر آباد	ایک انعام

باغبانی بھی ایک ایسا ہنر ہے جس میں خواتین اگر حصہ لیں تو باغوں اور چمنوں کو چار چاند لگ جائیں۔ کلیۂ اناث میں اس کی تعلیم پر خاص توجہ ہو تو کامیابی کی بڑی توقع ہے نباتیات کی تعلیم کا تو انتظام ہے لیکن نظری طریقے کے ساتھ عملی کام کا بھی انتظام ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے، میہو نے بھی اپنی رپورٹ میں عورتوں کے نصاب میں باغبانی کو شامل کرنے کی رائے دی ہے،

باغبانی کے سلسلہ میں بھی چند نام پیش کئے جا سکتے ہیں مثلاً

بیگم احمد مرزا کو باغبانی کا بڑا شوق ہے، اپنے باغ کو نہایت تر و تازہ رکھتی ہیں نمایش باغ عامہ میں آپ کو پھولوں کا تمغہ بھی ملا ہے،

مسٹر چلما راجہ وینو گوپال پلے کا نام اس عنوان کے تحت

بھی درج کرنا ضروری ہے جو اپنے باغ کی ہمیشہ تند ہی سے نگرانی کرتی اور چمنبندی میں مصروف رہا کرتی ہیں،

صغرا بیگم ہمایون مرزا، مسز ولنکر، بیگم رحمت اللہ مس شاہ کے نام بھی اس فہرست میں آئیں گے ان کو بھی باغبانی کا شوق ہے،

میری والدہ کو بھی باغبانی سے بڑی دلچسپی ہے، صفدر نگر میں انہوں نے خاص اپنی نگرانی میں ایک نمونہ کا فارم تیار کیا ہے۔

مسز جمال الدین کو بھی باغبانی سے دلچسپی ہے، بچوں کو باغبانی بھی سکھاتی ہیں۔

بیگم فیض الدین صدر مہتمم تعلیمات کو باغبانی کا بڑا شوق ہے، خصوصاً پھلوں کی کاشت میں دلچسپی ہے،

رقیہ بیگم احمد مدنی کو بھی باغبانی کا شوق تھا اور ان کا انتقال بھی اسی شوق کے ضمن ہوا،

سیاحی تمدن کا لازمہ اور تکمیل تعلیم کا ایک قدیم ذریعہ ہے، لیکن ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان کی عورتیں اپنے گھر سے باہر جانے ڈرتی تھیں اور جہاز کا سفر تو کجا ریل کے سفر میں بھی وہ پریشان اور بے حواس ہو جاتی تھیں، مگر اب یہ بات نہیں وہ نہ صرف حجاز اور عراق کا سفر مذہبی حیثیت سے کرتی ہیں بلکہ تعلیم اور تفریح کی خاطر اب یورپ و امریکہ کا سفر بھی کرنے لگی ہیں،

لیڈی حیدری اور بیگم مہدی یار جنگ بہادر نے رونڈ ٹیبل کانفرنس کے سلسلہ میں کئی مرتبہ یورپ کی سیاحت کی ہیں،

علیٰ ہذا لیڈی امین جنگ بہادر نے بھی اسی سلسلہ میں یورپ کا سفر فرما چکی ہیں،

مسز سروجنی نائیڈو نے جس طرح کئی مرتبہ یورپ کے سفر کے علاوہ امریکہ کی بھی سیاحت کی ہے وہ سب کو معلوم ہے،

بیگم نواب ظہیر الدین خاں خلف نواب معین الدولہ بہادر جو نواب ولی الدولہ مرحوم کی صاحبزادی ہیں اپنے شوہر کے ساتھ نہ صرف یورپ کے کئی ممالک کی سیاحت فرمائی ہیں بلکہ امریکہ کے بھی کئی شہر دیکھے ہیں اور شکاگو کی نمایش بھی دیکھی ہیں،

دختر نواب معین الدولہ بہادر جو نواب صاحب خیرپور کی بیگم ہیں یورپ کی سیاحت کر چکی ہیں،

رانی صاحبہ راجہ رام دیو راؤ اور مسز دھونڈی راج برادر خرد راجہ شام راج راج ونت بہادر نے بھی یورپ کی سیاحت کی ہیں۔

صغرا بیگم ہمایون مرزا کا نام اس لئے بھی قابل ذکر ہے کہ یورپ کے علاوہ عراق اور پھر ہندوستان کے شمال اور جنوب مشرق و مغرب کی پوری سیاحت کی ہیں اور پھر اپنے ہر سفر کا سفر نامہ مرتب کرتی ہیں،

بیگم سید محمد مہدی' بیگم جمعدار عبد الجبار' بیگم سید کاظم حسین' بیگم بابر مرزا' بیگم عبد اللہ پاشاہ کے نام بھی قابل ذکر ہیں جنہوں نے یورپ کی سیاحت کی ہیں'

بیگم پروفیسر نظام الدین نے جشن فردوسی کے موقع پہ ایران کی سیاحت فرمائیں اور جشن کے تقاریب میں حصہ لی ہیں'

مہمان نوازی

ترقی یافتہ ممالک میں بعض خواتین محض اپنی مہمان نوازی کی وجہ سے متعارف ہوتی ہیں، ان کا گھر مہمانوں کے خیر مقدم کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے، ان کے ڈرائنگ روم اور دسترخوان پر علما، ادبا، شعرا کا جمگھٹا ہوتا ہے اور وہاں کے علمی مباحث عالم میں مشہور ہوتے ہیں،

اس طرح یہاں اس خصوصیت سے نظر ڈالی جائے تو ہمیں ناکامی نہیں ہوتی، اس شق میں بھی ہمیں کئی نام نظر آتے ہیں،

لیڈی آسماں جاہ مرحوم جن کا ذکر اس کے پہلے بھی آچکا ہے مہمان نوازی کی حیثیت سے خاص شہرت رکھتی تھیں آپ کے محل میں لایق اور قابل خواتین کی ہمیشہ دعوت اور مہمانی ہوتی تھی،

لیڈی حیدری کا نام بھی اس موقع پر پیش ہوگا آپ
کی مہماں نوازی ایک روایتی شان پیدا کرلی ہے،
مسز سروجنی نائیڈو اور صغرا بیگم ہمایون مرزا کے نام
بھی خصوصیت سے قابل تذکرہ ہیں دونوں خواتین کے
یہاں بھی نامی گرامی مہمانوں کا ہمیشہ قیام ہوتا ہے آپ
دونوں کے گھر کے دروازے مہمانوں کو خوش آمدید کہنے
کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک کی خواتین یورپ اور امریکہ کی طرح سپاہی منش نہیں ہیں، مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ان امور میں بالکل کورے ہیں، اگر ہم اپنی گزشتہ تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ مغلیہ شہزادیاں اور شرفا و معززین کی لڑکیاں فن سپہ گری اور چوگان بازی میں مہارت تامہ رکھتی تھیں۔ گھوڑے کی سواری اور شیر کا شکار ان کے لئے معمولی بات تھی۔

نہ صرف مغل شہزادیاں بلکہ اس سے پہلے بھی مسلم خواتین کی دلاوری اور بہادری کے کارنامے تاریخ سے

پوشیدہ نہیں ہیں، اسی طرح راجپوت رانیاں اپنے شوہروں کے دوش بدوش میدان جنگ میں داد شجاعت دیا کرتی تھیں،

زمانہ حال میں شہ سواری فن سپہ گری کا ذوق خواتین میں مفقود ہو گیا تھا، خوشی کی بات ہے کہ شہزادی در شہوار دردانہ بیگم صاحبہ کی دلچسپی کے باعث پھر سے اب یہ شوق زندہ ہو گیا ہے، آپ کو گھوڑے کی سواری، نشانہ اندازی، پولو وغیرہ میں خاص مہارت حاصل ہے اور پھر فن سپہ گری سے بڑی دلچسپی رکھتی ہیں، فوجی اسپورٹس وغیرہ میں آپ تشریف فرما ہوتیں اور انعامات تقسیم فرماتی ہیں، آپ کی زنانہ پولو کی ٹیم بھی ہے۔

اس طرح شہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ کا تذکرہ ضروری ہے آپ کو ٹینس وغیرہ سے خاص دلچسپی ہے،

اسی موقع پر رانی صاحبہ راجہ رام دیو راؤ بہادر کا نام لینا بھی ضروری ہے، آپ حیدر آباد کے ایک معزز ریڈی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، روشن خیال، تعلیم یافتہ اور اسپورٹنگ خاتون ہیں، اپنے شوہر کے ساتھ یورپ کا

سفر فرمایا ہے، شہزادی صاحبہ کی مصاحبت کا فخر حاصل ہے
آپ کو گھوڑے کی سواری، نشانہ اندازی، پولو ٹینس وغیرہ میں
مہارت تامہ حاصل ہے،

رانی للیتا دیوی کو جن کا ذکر موسیقی کی ضمن میں آچکا
ہے، اسپورٹس کا بھی خاص شوق ہے گھوڑے کی سواری اور
نشانہ اندازی وغیرہ کے علاوہ ٹینس بیاڈمنٹن وغیرہ میں
کافی مہارت حاصل ہے،

ان کے علاوہ کئی مسلم اور غیر مسلم خواتین، ٹینس، بیاڈمنٹن
ہاکی وغیرہ میں خاصی شہرت رکھتی ہیں، نشانہ اندازی، گھوڑے
کی سواری، پیراکی وغیرہ میں بھی کئی خواتین نے اچھا خاصہ
ملکہ پیدا کرلیا ہے،

مدارس میں ورزش جسمانی کا خاص انتظام ہو چکا ہے
چنانچہ کلیۂ اناث میں مس شاہ، اور نجم النساء بیگم اس کام کی
نگران کار ہیں،

مس شاہ نے لندن سے تعلیمی ورزش کی سند حاصل
کی ہے، ان کو اس کے ساتھ موسیقی اور رقص میں کمال
حاصل ہے اپنے مفوضہ کام کو نہایت تندہی سے انجام دیتی ہیں

جس کے باعث طالبات میں چستی و مستعدی پیدا ہوگئی ہے

نجم النسار بیگم کلیۂ اناث کی تعلیم یافتہ ہیں آپ نے یورپ میں ورزش جسمانی کی تعلیم حاصل کی ہے،

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ٹینس اور بیاڈ منٹن والی بال وغیرہ میں کئی خواتین نے خاص مہارت پیدا کرلی ہیں، چنانچہ رانی صاحبہ ونپرتی جو راجہ صاحب منگال کی دختر ہیں ٹینس بہت اچھا کھیلتی ہیں، نواب افسرالملک مرحوم کے خاندان کے اکثر خواتین ان فنون میں ید طولیٰ رکھتیں ہیں،

مس رستم جنگ، مس اندرا پلے، کا ذکر بھی ضروری ہے جو اسپورٹس میں خاصی دلچسپی رکھتی ہیں اور اسی حیثیت سے شہرت رکھتی ہیں،

مس نائیڈو، مس ولنکر، وغیرہم بھی اسی فہرست میں ذکر کئے جا سکتے ہیں،

بیگم سید رحمت اللہ (پروفیسر جاگیر دار کالج) بھی ٹینس وغیرہ سے دلچسپی رکھتی ہیں اور انعامات حاصل کئے ہیں،

حفظانِ صحت و تربیتِ اولاد

حفظان صحت اور تربیت اولاد کو عورتوں کی زندگی کا لازمہ ہونا چاہیئے، ہمارے ملک کی قدیم معاشرت میں بھی اس کی اہمیت کافی طور سے محسوس کرلی گئی تھی، بچوں کی بیماریوں اوران کے ادویہ سے جس طرح گزشتہ ایک نسل پہلے ہمارے ملک کی خواتین واقف ہوتی تھیں، آج وہ بھی قابل تقلید ہے،

جہاں تک ہم کو معلوم ہے زنانہ مدارس میں اس قسم کی تعلیم کا رواج نہیں ہوا ہے۔ ممکن ہے آیندہ اس پر خاص توجہ کی جائے۔

اس موقع پر ہم بعض خواتین کو ضرور متعارف کرائیں گے جو تربیت اولاد اور حفظان صحت کے لحاظ سے ہماری معلومات کی حد تک بڑی کامیاب ثابت ہوئی ہیں،

بیگم علی اکبر صدر مہتمم تعلیمات،
بیگم سید رحمت اللہ پروفیسر جاگیردار کالج،
بیگم فیض الدین صدر مہتمم تعلیمات،
بیگم احمد مرزا، صدر مہتمم تعمیرات
بیگم سید محمد مہدی، معتمد باب حکومت
رقیہ بیگم (احمد مدنی)
بیگم رکن الدین احمد، مددگار صدر محاسب

اجتماعی بیداری

قدیم ہندی معاشرت گزشتہ صدی میں جس طرح لپستی میں گھر گئی تھی وہ تاریخ ہند کا ایک غمناک واقعہ ہے، امیر اور اونچے طبقوں کی خواتین تو خیر اپنے عالی شان محل سراؤں اور کوشکوں کے چمنوں اور باغوں میں کچھ نہ کچھ معاشرتی میل جول سے لطف اندوز ہو جاتی تھیں، لیکن عام انجمنوں اور کلبوں کا قیام جہاں مساوات اور اخوت عام کا کوئی نظارہ پیش ہو سکے مفقود تھا، نیز متوسط طبقے کی عورتوں کی خدمت گزاری اور ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کا نہ تو کوئی ذوق تھا اور نہ اس کے لئے کوئی تحریک حیدرآباد بھی باقی ہندوستان سے کسی طرح جدا نہیں تھا،

چند معمولی مینا بازاروں میں جو طوفان بدتمیزی اٹھا تھا وہ قوم کی صحت مندی کے لئے زہر ہلاہل کا

حکم رکھتا تھا، مرلیوں کی قدیم بدعت جو ہندی سوسائٹی
کے لئے بطور کلنگ کے ٹیکے کے تھی فضا کو برابر زہر آلود
کر رہی تھی، طوائف کا بے ٹھاٹھ طریقے سے ناف شہر میں
چار مینار اور مکہ مسجد کے ارد گرد اخلاق اور صحت کی
تباہی کا ٹھیکہ لے کر جس طرح بیٹھ گئی تھیں وہ حیدرآباد
کے لئے بدنامی کا باعث تھا، موذن کی گونج کے ساتھ
طبلہ و سارنگی کی پیاپے جو صدا بلند ہوتی تھی وہ آبادی
کے ایک کثیر گروہ کے لئے سوہان روح کا سبب تھی،

لیکن مبارک دور عثمانی میں ہماری معاشرت کے یہ
تاریک پہلو روشن ہو گئے، عام انجمنوں کا قیام جہاں عام
مساوات اور اخوت کی ایک مستحکم بنیاد قائم ہو چکی ہے،
اس عہد آفریں دور کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، متوسط طبقہ
کی عورتوں کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کا جو خوش آئند
جذبہ اس وقت برسر ترقی ہے وہ ہزار برکتوں اور سینکڑوں
رحمتوں کا پیش خیمہ ہے، شاہ ترقی پسند کی ایک جنبش قلم نے
مینا بازاروں، مرلیوں اور طوائف کی ساری قباحتوں کو
دور کر دیا، اور جب تک عشا، کی نماز سے مصلّی فارغ نہ

ہو جائیں نہ تو طبلہ پر تھاپ پڑ سکتی ہے، اور نہ سارنگی
کی ساز درست کی جاسکتی ہے،

اب ہم تفصیل کے ساتھ انجمنوں وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں،

حیدرآباد لیڈیز سوشل کلب | اس کلب کا قیام ۱۹۰۱ء میں
ہوا، اس کا مقصد یہ تھا کہ یورپین اور ہندوستانی خواتین
کو ایک مرکز پر ساتھ ساتھ جمع کیا جائے، ۱۹۱۱ء تک کلب
کے لئے کوئی خاص مقام نہیں تھا بلکہ وہ مختلف خواتین کے
گھروں میں جمع ہوتے تھے، اس سنہ سے محبوبیہ گرلز اسکول
کے مکان میں اس کا ماہوار اٹ ہوم ہونے لگا، اس کے بعد
کلب کے لئے ایک شاندار اور خوبصورت عمارت تعمیر
ہو گئی ہے،

اس وقت کلب کے ممبروں کی تعداد (۲۷۲) ہے
جس میں انگریز، پارسی ہندو، اور مسلمان خواتین شامل
ہیں ان کی تعداد بلحاظ مذہب حسب ذیل ہے

مسلم = ۱۲۸، ہندو = ۵۳، پارسی = ۴۸، یورپین عیسائی
۳۰، دیسی عیسائی ۱۳،

اس وقت کلب کی صدر لیڈی حیدری اور سکریٹری

مس آمنہ پوپ ہیں، مختلف قسم کے سامان تفریح یہاں
موجود ہیں، ٹینس، بیاڈ منٹن وغیرہ مشاغل میں ارکان
کلب حصہ لیا کرتے ہیں، اکثر اوقات تفریح کے طور
پر موسیقی، ناچ اور ڈرامہ، شوشل گیدرنگ کے جلسے ہوا
کرتے ہیں،

زنانہ رکریشن کلب گزشتہ چند سال سے یہ کلب قائم
ہے، اس وقت اس میں تقریباً دو سو خواتین شریک
ہیں، جس میں ہندو، مسلم، پارسی، عیسائی سب ہی شامل
ہیں، اس وقت کلب کی صدر رانی شام راج راج ونت
ہیں اور سکریٹرز مسز جیار اور بیگم محمد نواز جنگ ہیں،
مختلف اقسام کے کھیل مثلاً ٹینس، بیاڈمنٹن وغیرہ
کا شغل یہاں بھی رہتا ہے، مختلف اوقات میں ڈرامے
وغیرہ بطور امداد و فراہمی چندہ وغیرہ کئے جاتے ہیں،

لیڈی بارٹن کلب یہ کلب سکندر آباد میں قائم ہے،
مسلم، ہندو، پارسی اور عیسائی (یورپین و دیسی) خواتین
اس کے ارکان ہیں، بیگم ولی الدولہ اس کی صدر ہیں،

انجمن خواتین دکن ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۹ء میں اس انجمن کا قیام عمل میں

آیا، صغرا بیگم ہمایوں مرزا اس کی صدر اور بیگم نواب قادر نواز جنگ مرحوم اس کی سکریٹری مقرر ہوئیں، اس وقت سے انجمن اب تک مسلسل ترقی کے مراحل کامیابی کے ساتھ طے کر رہی ہے انجمن کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں،

"(۱) شریف مستورات کی جو کسی کے آگے دست سوال دراز کرنا معیوب سمجھتی ہیں مختلف طریقوں سے مدد کرنی، مثلاً اگر صنعت و حرفت وہ جانتی ہے مگر مال مسالہ کے لئے اس کے پاس پیسہ نہیں ہے تو اس کو مال مسالہ مہیا کر دینا یا زر نقد دیدینا، خواستگار ملازمت ہے تو نوکری دلانے میں کوشش کرنی،

(۲) یتیم ناکتخدا لڑکیوں کی پرورش کرنا، ان کو علمی تعلیم دلانا، دستکاری سکھانا،

(۳) غیر مستطیع لڑکیوں کی شادی کرا دینا یا شادی کے لئے زر نقد اس شرط سے دینا کہ وہ فضول رسم ترک کریں،

(۴) ملکی صنعت و حرفت کی ترقی میں کوشش کرنی،

(۵) خوشی و غمی کے موقعوں پر فضول رسوم کے ترک کرنے میں کوشش کرنی،

(۶) آپس میں اتحاد و اخلاص پیدا کرنا،
(۷) ہمدردی بنی نوع انسانی کا خیال و مادہ پیدا کرنے میں کوشش کرنی" (رپورٹ انجمن)

انجمن کو اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل ہوتی جا رہی ہے دست کاری اور پکوان کی نمائش ہر سال ہوتی ہے اور اچھے نمونوں پر تمغہ جات دئے جاتے ہیں، مختلف موقعوں پر انجمن کے سوشل اور امدادی جلسے ہوا کرتے ہیں، مختلف خواتین کی تقریریں ہوتی ہیں، بعض مرتبہ پس پردہ سربرآوردہ مردوں کو بھی تقریر کا موقع دیا گیا ہے، جن میں قابل ذکر مولانا شوکت علی، خواجہ حسن نظامی اور مولانا راشد الخیری ہیں، انجمن کے زیر انتظام چار زنانہ مدرسے بھی ہیں جن میں خاص طور سے صنعت حرفت کی جانب توجہ کی جاتی ہے،

اس انجمن کی صدر تو اب تک صغرا بیگم ہمایون مرزا ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انجمن کو بیگم صاحبہ سے بہتر کوئی صدر دستیاب نہیں ہو سکتا، انجمن سے ان کی دلچسپی لازوال ہے سکریٹری کے فرائض حسب ذیل خواتین نے انجام دئے ہیں،

(۱) بیگم نواب قادر نواز جنگ

(۲) بیگم نواب غیاث الدین خاں جاگیردار'

(۳) مسز جمال الدین ناظم باغات'

(۴) بیگم فیض الدین صدر مہتمم تعلیمات'

(۵) محمدی بیگم بی اے (مسز جمیل احمد سی۔ایس)'

(۶) ج نقوی صاحبہ بی اے'

اس انجمن میں بھی سب فرقوں کی خواتین شامل ہیں ارکان کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے'

انجمن خواتین اورنگ آباد | یہ انجمن ، انجمن خواتین دکن کی شاخ ہے' جو صغرا بیگم ہمایون مرزا کے سفر اورنگ آباد کے موقع پر ان کی ترغیب اور ہمت افزائی سے قائم ہوئی شہریور ۱۳۴۳ف میں اس کا قیام ہوا' ابتداً پچیس خواتین نے اس کی رکنیت قبول کی' ایک سال کے اندر اس کے ارکان کا شمار ساٹھ سے اونچا ہو چکا ہے'

انجمن کی صدر بیگم محمد اللہ خاں شیشن جج ہیں اور سکریٹری و خازن کے فرائض حفیظہ جمال بیگم (مسز برہان الدین حسین افسر زراعت) انجام دیتی ہیں سکریٹری کی مستعدی اور جفاکشی سے انجمن برابر ترقی کر رہی ہے'

انجمن خواتین اسلام | ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء میں یہ انجمن قائم ہوئی بیگم خدیو جنگ اس کی بانیوں میں ہیں، کئی سال تک صغرا بیگم ہمایون مرزا اس کی سکریٹری رہیں، اب بیگم حسین علی خاں اس کی سکریٹری ہیں،

انجمن ترقی تعلیم و تمدن نسواں | یہ انجمن کئی سال سے قائم ہے گذشتہ نومبر کو اس کی جانب سے خواتین حیدرآباد کی کانفرنس کا اجلاس ہوا، رانی راجہ رام دیو راؤ نے صدارت فرمائی، تقریبًا سات سو خواتین نے شرکت کی تھی، شہزادی در شہوار اور شہزادی نیلوفر نے بھی اپنی شرکت سے کانفرنس کو کامیاب بنایا، اس کانفرنس میں حسب ذیل تحریکات منظور ہوئے،

(۱) مفت تعلیم ابتدائی کی ضرورت پر زور دیا گیا،

(۲) جملہ لڑکیوں کے لئے جو اپنی آیندہ زندگی میں تنازع البقا کی کوشاں ہوں ان کے لئے ٹریننگ ضروری ہے

(۳) برائے تحفظ تہذیب قومی باحسن الوجوہ تحریک کرتی ہے کہ ہر ممکنہ طور پر فنون کی خصوصًا علم موسیقی کی،

(۴) بنظر خواہش شرکت ملازمت طبقہ نسواں یہ کانفرنس تحریک کرتی ہے کہ اس موقع پر جملہ ممنوعات اور اس راہ میں

جو رکاوٹیں ہوں انھیں بہ کوشش ممکنہ دور کیا جائے۔

کانفرنس کا اجلاس بشیر باغ میں ہوا جس کو نواب معین الدولہ بہادر نے از راہ کرم عنایت فرمایا تھا اور اپنی جانب سے اٹ ہوم کا انتظام بھی کیا تھا،

مسز صوفی، اور مسز حسین علی خاں نے کئی تقریریں کیں، مسز سروجنی نائیڈو نے بھی تقریر فرمائی آخر پر مسز رستم جنگ اور مسز حسین علی خاں نے شکریہ ادا کیا بہر حال کانفرنس کامیاب رہی،

اس کے سکرٹری مسز رستم جنگ اور نائب سکرٹری مسز چلما پلے اور مسز کرنیلیس ہیں اس انجمن کے تحت تین زنانہ مدرسے اور ایک دارالاقامہ بھی ہے مباحثے کے جلسے بھی ہوتے ہیں، اس کے مدارس میں تقریبًا دو سو لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں،

دارالاقامہ میں ہر قوم کی عورتیں شریک کی جاتی ہیں ان میں سے اکثر دایہ گری، نرس اور کینڈرگارٹن کی تعلیم حاصل کرتی ہیں،

انجمن انسداد بے رحمی بر جانوران اور انسداد حرام کاری کی طرف بھی متوجہ ہے، اور اپنے فرائض میں کوشاں ہے،

ملکی اور قومی خدمات

از منہ گذشتہ میں ہندی خواتین نے ملکی خدمت گزاری کے میدان میں بھی کچھ نہ کچھ سرخروئی ضرور حاصل کی ہے، لیکن زمانہ حال میں ملکی خدمت کا جو شوق پیدا ہوا ہے وہ گویا جدید مغربی خیالات کا عکس ہے،

خواتین یورپ کو جس قسم کی آزادی میسر ہے وہ ظاہر ہے اس بناء پر وہ ہر قسم کی تحریکات میں حصہ لیتی ہیں اور انہماک سے مصروف ہوتی ہیں - ہماری خواتین کو یہ آزادی حاصل نہیں ہے، اس کے باوجود ان کی ملکی و قومی خدمات بھی ہر آئینہ مستحق تحسین ہیں،

ملکی اور قومی خدمات کو تین نوعیت پر تقسیم کر سکتے ہیں، سیاسی معاشرتی اور عام انسانی ہمدردی،

سیاسی جدو جہد کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ

حیدر آباد کی رعایا اور سرکار میں کوئی فرق نہیں ہے'
بریں ہم ہمارے خواتین ہیں مسنر سروجنی نائیڈو کا نام
جس طرح ہندوستان کے سیاسی آسمان پر درخشاں ہے' وہ
عام طور سے سب کو معلوم ہے'
مس پدمجا نائیڈو' صغرا بیگم ہمایون مرزا' مسز چلماپلے
مسزریم کے پہلے بھی بعض عام جلسوں کے انعقاد میں دلچسپی لیتی
اور عملی طور پر کام کرتی ہیں'
سوشل خدمات کسی ملک کے خواتین میں سماجی خدمات کے
انجام دینے کا شوق پیدا ہو جانا اس ملک کے لئے ایک فال
نیک ہے' ممالک محروسہ سرکار عالی کی خواتین نے اس
میدان میں جو جدو جہد شروع کردی ہیں وہ ہر آئینہ خوش
آیندہے' جہاں اپنا کام خود انجام دینا دشوار ہو اور خدمت
گاروں کے بغیر کوئی کام نہ ہو سکتا ہو وہاں سماجی خدمات
کا ولولہ پیدا ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے' خواتین حیدرآباد
کے سب سماجی مشاغل کی تفصیل بیان کرنا بہت دشوار ہے
اختصار کے ساتھ اس عنوان کے تحت چند امور قلم بند
کئے جاتے ہیں'

سب سے پہلے علیا حضرتہ شہزادی در شہوار در دانہ بیگم صاحبہ کا اسم گرامی بھی اس عنوان کی زینت ہے، جس وقت سے آپ نے حیدر آباد کو وطن بنا لیا ہے اسی وقت سے آپ کے سماجی خدمات شروع ہو جاتے ہیں زنانہ سوشل کلب میں آپ تشریف لائیں اور خواتین کے ساتھ ٹینس وغیرہ میں حصہ لیتی ہیں، اور نہایت سادگی اور بڑے اخلاق کے ساتھ ہر خاتون سے پیش آتی ہیں، اس کلب کے کئی مختلف جلسوں کی صدارت فرمائی ہیں اور دیگر مدارس کے تقسیم انعامات اور امدادی کھیلوں کی بھی سرپرستی فرماتیں اور اپنی عملی دلچسپی سے ان کو کامیاب بناتی ہیں، حیدر آباد کے خواتین کی سماجی ترقی سے آپ کو گہری ہمدردی ہے،

اسی طرح شاہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ کو بھی اس خصوص میں جو دلچسپی ہے اس کا ثبوت ایک سے زیادہ مرتبہ ملک نے مشاہدہ کر لیا ہے، کلیۂ اناث اور گرامر اسکول (زنانہ حصہ) کے تقسیم انعامات کے سالانہ جلسوں اور تقسیم انعام چیلڈرن ویلفیر سکندرآباد کے جلسہ کی صدارت کا ذکر فی الوقت کافی ہے،

لیڈی حیدری کا نام اس عنوان کے تحت خصوصیت سے جلی نظر آتا ہے، آپ کے سماجی خدمات اس وقت سے شروع ہوتے ہیں جب کہ حیدر آباد میں رود موسیٰ کو قیامت خیز طغیانی ہوتی تھی (۱۳۲۶ء) اس سانحہ الم ناک کی بدولت ہزاروں آدمی بے خانماں ہوگئے تھے صدہا شریف خواتین تباہی اور پریشانی کے عالم میں مبتلا تھیں بیسیوں دولتمند خاندان نان شبینہ کے محتاج تھے اس موقع پر لیڈی حیدری نے بڑی ہمدردی سے امدادی کام اپنے ہاتھ میں لیا، اپنے آرام و راحت کو مصیبت زدگوں کی رفع پریشانی کے لئے بالاکے طاق رکھدیا تھا،

اسی طرح انفلوئنزا کے جانستان وبا کے موقع پر جبکہ ہر محلہ اور ہر گھر اس مرض کی گرفت میں تھا اور ہر طرف بازار موت گرم تھا تو آپ نے ازراہ ہمدردی دوا اور غذا سے جس طرح خبر گیری فرمائی ہیں اس کو ہمیشہ شکر گزاری کے ساتھ یاد کیا جائے گا،

خواتین دکن کی اصلاح اور ان کی سماجی بیداری کے لئے آپ نے کوشش کا پورا حق ادا کیا ہے، زنانہ تنوشل کلب

آپ ہی کی بدولت پروان چڑھی اور آج اس میں متوسط طبقہ کے خواتین کے ساتھ ساتھ اعلیٰ طبقہ کے خواتین جس طرح گھلی ملی نظر آتی ہیں وہ آپ ہی کی کوشش کا مبارک نتیجہ ہے

بیگم خدیو جنگ مرحوم کا ذکر اس عنوان میں ضروری ہے، آپ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے حیدر آباد میں قومی کاموں کی طرف توجہ فرمائی اور اپنے بہنوں کی عرصہ تک خدمت گزاری کرتی رہیں آپ کی وجہ سے کئی انجمنیں قائم ہوئیں، کئی زنانہ مدارس کا افتتاح ہوا' لیڈیز کلب' انجمن خواتین اسلام وغیرہ سب آپ کی قائم کردہ ہیں' آپ کے احسانات کی حیدر آبادی خواتین ہمیشہ شکر گزار رہیں گی'

لیڈی آسماں جاہ' اور بیگم ولی الدولہ کے ناموں کا ذکر اس سلسلہ میں ضروری ہے' اول المذکر کو خواتین دکن کی بیداری سے بڑی گہری دلچسپی تھی زنانہ میلاد مبارک کے جلسے اپنے محل میں منعقد فرماتی اور دیگر سماجی جلسوں میں صدارت کے فرائض کئی مرتبہ انجام دی ہیں'

ثانی الذکر کو بھی خواتین دکن کی ترقی سے ہمدردی ہے سکندر آباد کے لیڈی ہاٹن کلب کی آپ صدر ہیں اور آل انڈیا

ایجوکیشنل کانفرنس شاخ حیدرآباد کی بھی صدر ہیں، اس کے علاوہ حیدرآباد کے اکثر سماجی کاموں میں انہماک سے حصہ لیتی ہیں،

لیڈی امین جنگ بہادر کا ذکر بھی اس موقع پر فراموش نہیں کیا جا سکتا، آپ نے انجمن خواتین دکن، کے جلسوں میں صدارت کے فرائض انجام دئے ہیں، ذوق اور شوق کے ساتھ اس کے کاروبار کے انصرام میں ہاتھ بٹایا ہے، بیگم نواب ظہیر الدین خاں بہادر خلف نواب معین الدولہ کا ذکر بھی ضروری ہے آپ اپنے دادی کے وقت سے سماجی امور میں دلچسپی لیتی ہیں میلاد کے جلسوں کا تمام انتظام آپ کی ذات سے متعلق رہتا تھا،

رانی شام راج راج ونت بہادر کا نام بھی یہاں لینا ضروری ہے، رانی صاحبہ کو سماجی کاموں سے بڑی ہمدردی ہے رکریشن کلب کی آپ صدر ہیں، اسی طرح رانی راجہ رام دیو راؤ (ونپرتی) کو سماجی امور سے دلچسپی ہے انجمن ترقی تعلیم و تمدن کی آپ نے صدارت فرمائی ہے،

رانی للیتا دیوی ایک راجہ کی دختر اور ۹۵ سرے

راجہ کی رانی ہونے کے باوجود سماجی امور میں دلچسپی ظاہر کرتی ہیں،

صغرا بیگم ہمایون مرزا کا نام پھر اس جگہ بھی ضرور آئے گا، آپ کے اجتماعی کاموں کی ابتدا ۱۹۰۲ء سے شروع ہوتی ہے، جب کہ لیڈی واکر نے زنانہ شوشل ہال اور زنانہ شوشل ایسوشن کی بنیاد ڈالی تھی تو بیگم صاحبہ ان کی دست راست تھیں، فی الوقت انجمن خواتین دکن کی آپ صدر ہیں ہر سال بڑے پیمانہ پر اس انجمن کی جانب سے پکوان اور دست کاری کی نمایش منعقد ہوتی ہے،

آپ کا ایک بڑا کارنامہ زنانہ مدرسہ صنعت وحرفت کا قیام ہے اس مدرسہ کا قیام تو قیام اس کے لئے ایک موزوں عمارت کی تعمیر اور اس کے لئے ایک معقول سرمایہ وقف کرنے میں آپ نے بڑی دریا دلی سے کام لیا ہے انجمن خواتین اسلام قائم ہوئی تو کئی سال تک آپ اس کی سکرٹری شپ کے فرائض انجام دیں،

مسز نندی کا نام بھی اسی موقع پر لینا ضروری ہے وائی یم سی اے کے تحت آپ نے شوشل سروس لیگ کی

نائب صدر اور صدر کی حیثیت سے بار ہا شوشل خدمات انجام دے چکی ہیں، انفلونزا کے موقع پر نو دوا خانوں کی نگرانی کرتی تھیں، حیدر آباد میں جب پہلی مرتبہ طاعون آیا تو آپ غربا کی خدمت کے لئے مستعد ہوگئیں، اپنے مکان کے وسیع احاطہ میں پلیگ کیمپ قائم فرمایا اور لوگوں کی خبر گیری کرتی رہیں، سکندر آباد میں جب جنگ یورپ کے مجروحین زیر علاج تھے، ان کی بھی ضروری خدمت آپ نے انجام دی ہے اس کے علاوہ بھی آپ کے سماجی خدمات ہیں جن کے باعث آپ کا نام شوشل سرویس لیگ میں درخشاں نظر آتا ہے، دوا خانہ اطفال (چیلڈ ویل فیر) میں بھی آپ نے بڑی محنت اور دلچسپی سے کام انجام دیا ہے مسنر چلما راجہ وینو گوپال پلے بھی اس خصوص میں خاص طور سے قابل ذکر ہیں انفلونزا کے موقع پر آپ نے بڑی ہمدردی اور محنت سے لوگوں کی خدمات انجام دیں اس کے صلہ میں سرکار عالی کی جانب سے آپ کو سر علی امام نے یک طلائی تمغہ عنایت کیا، آپ زنانہ رکریشن کلب کی بانیوں میں سے ہیں اور کئی سال تک اسکی

نائب معتمد اور خزانہ داری کی خدمت انجام دیتی رہیں
انجمن ترقی تعلیم و تمدن کی آپ نائب سکرٹری ہیں اور مستعدی
سے اپنے کام کو انجام دیتی ہیں،
مسز رستم جنگ کے شوشل خدمات بھی تذکرہ کے
قابل ہیں انھوں نے شوشل خدمات کے لئے ایک انجمن
بھی قائم کی تھی اس کا افتتاحی جلسہ بڑی دھوم سے ہوا تھا
مس ایس چٹو پادیا اور مس آئی دلامہ کا نام لینا
بھی ضروری ہے، اول الذکر کلیہ اناث میں لکچرار ہیں
اور ثانی الذکر اسٹینلی گرل ہائی اسکول کی پرنسپل ہیں مسز
پال نائب چیف انجنیر سرکار عالی کے ساتھ سکندر آباد میں
شوشل خدمات بڑی محنت اور مستعدی سے انجام دیتی
ہیں اور اپنی ہمدردی اور اخلاق کے باعث مشہور ہیں،
علیٰ ہذا القیاس مس کنارن جن کا ذکر پہلے لیڈی کمشنر
کی حیثیت سے آچکا ہے ایک سماجی کارکن بھی ہیں حیدرآباد
کا ایک خاص رقبہ آپ نے اپنے کام کے لئے مخصوص
کر لیا ہے آپ نے اپنے محلہ میں گرلز گائڈز کی جماعت بھی
بنائی ہے، اور خاموشی سے کام کرتی ہیں، طاعون وغیرہ کے

زمانہ میں بھی آپ نے امدادی کام انجام دیا ہے کئی خواتین کو سماجی کام کی ترغیب و تحریص دلائی ہیں،

مسز کرنیلیس، آپ آل انڈیا ویمنس کانفرنس کی سکریٹری رہی ہیں حیدر آباد کے شوشل خدمات انجام دینے کی وجہ سے بڑی ہر دل عزیز ہوگئی ہیں، انجمن ترقی تعلیم وتمدن کی آپ بھی نائب سکرٹری ہیں۔

مس جیبی نندی اور مس میری نندی بھی سماجی کاموں میں حصہ لیتی ہیں،

اس تفصیل میں بیگم سید رحمت اللہ کا ذکر نہا یت ضروری ہے، جاگیر دار کالج کے ملازمین کی عورتوں کو (جن میں اکثر پردہ نشین بھی ہیں) تعلیم دینے اور دست کاری سکھانے کے لئے آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے اور اپنی ذات سے روزآنہ چار گھنٹے ان عمر رسیدہ خواتین کی تعلیم اور دست کاری میں مصروف رہا کرتی ہیں، دست کاری کے جو اشیائے بنتے ہیں ان کو فروخت کیا جاتا ہے، اور جس عورت نے ان اشیاء کو بنایا ہے اس کے نام سے بنک میں رقم جمع کردی جاتی ہے تاکہ وقت ضرورت ان کے

م آسکے،

اکسی کی کسی قسم کی مدد کے بغیر جس طرح آپ اپنی ذات سے یہ قومی کام انجام دے رہی ہیں وہ ہر آئینہ مستحق تعریف اور لائق تقلید ہے،

مصیبت زدگاں کے لئے چندہ جمع کرنا

اب ہم خواتین کے ان خدمات کو بیان کرتے ہیں جو انہوں نے حیدرآباد کے باہر کے مصیبت زدگاں کے امداد کے لئے چندہ فراہم کرنے کے لئے کیا ہے،

اس ذیل میں بھی پہلے لیڈی حیدری کا نام پیش ہوگا، ایک سے زیادہ موقعوں پر آپ نے ہزاروں روپیہ کا چندہ فراہم کرکے ارسال کیا ہے، مثلاً زلزلہ بہار کے موقع پر اور حال میں کوئیٹہ کے مصیبت زدگان کے امداد کے لئے کثیر چندہ ارسال فرمایا ہے، چندہ جمع کرنا جس قدر دشوار اور اہم ہے وہ ظاہر ہے مگر جس کامیابی اور خوش اسلوبی سے لیڈی صاحبہ موصوفہ نے اس کو انجام دیا ہے وہ حق یہ ہے کہ وہ آپ ہی کا حق ہے،

دوسرا نام صغرا بیگم ہمایون مرزا کا ہے آپ نے جن جن

موقعوں پر چندہ فراہم کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں،
مشن خواجہ کمال الدین برائے مسجد وکنگ، مصیبت زدگان جنگ بلقان، مصیبت زدگان تربت حیدری، مصیبت زدگان سمرنا، مصیبت زدگان اہل ریف، تعمیر قبرستان بمقام لنڈن وغیرہ
مس پوپ نے بہار اور کوئیٹہ کے زلزلہ کے موقع پر چندہ فراہم کیا، نہ صرف اپنے کالج اور اسکول سے بلکہ کلب میں مختلف اقسام کے امدادی کھیل سے بھی کثیر رقم فراہم کی ہیں،
مسز نندی کا نام بھی اس فہرست میں شریک ہوگا مصیبت زدگان کوئیٹہ و بہار کے موقع پر آپ نے بھی چندہ فراہم کیا ہے،
مسز رستم جنگ کا نام بھی اس فہرست میں شامل ہوگا بہار کے زلزلہ کے موقع پر آپ نے بڑا کام کیا اور کثیر رقم فراہم کی ہے،
مس ایس چٹو پادیا اور مس ٹی ڈی لامہ کا نام اس خصوص میں لینا ضروری ہے، آپ سکندرآباد کے بیت المعذورین کے لئے مستعدی سے چندہ جمع کرتی ہیں،

حیدرآباد سے باہر کی کانفرنسوں وغیرہ کی شرکت

ایک زمانہ تک حیدرآباد کی خواتین حیدرآباد سے باہر
جانے کے لئے گھبراتی تھیں، لیکن شکر ہے کہ اب وہ بلاخوف
دور دراز کا سفر کرلیتی اور حیدرآباد کے باہر کی کانفرنسوں
میں شرکت کرتی ہیں،

اس ضمن میں سب سے پہلے مسز سروجنی نائیڈو کا نام
پوری درخشانی کے ساتھ نظر آتا ہے، ان کی سیاسی مصروفیت
اور اس کے سلسلہ میں ہندوستان کے اہم ترین سیاسی
جلسوں کی شرکت عام طور سے سب کو معلوم ہے، انہوں نے
نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا میں جو نام پیدا کیا ہے وہ
درحقیقت حیدرآباد کی خواتین کے لئے ہمیشہ سرمایہ مباہات رہیگا

سیاسی جلسوں اور کانفرنسوں کے قطع نظر جو سماجی و اصلاحی کانفرنسیں ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہوا کرتے ہیں ان میں حیدرآباد کی خواتین پورا حصہ لیتی ہیں مختلف کانفرنسوں اور انجمنوں کی معتمدی اور صدارت حیدرآبادی خواتین نے پوری قابلیت سے انجام دی ہیں، علاوہ براں مختلف کانفرنسوں میں بطور نمائندہ انہوں نے شرکت کی ہے،

اس ضمن میں جن خواتین کا ذکر کیا جا سکتا ہے وہ حسب ذیل ہیں،

بیگم خدیو جنگ مرحوم سب سے پہلی حیدرآبادی خاتون تھیں جنہوں نے باہر کے کانفرنس کی صدارت فرمائی ہے

صغرا بیگم ہمایون مرزا کئی جلسوں کی صدر ہوئی ہیں، علاوہ ازیں جب کبھی آپ ہندوستان کا سفر کرتی ہیں تو مختلف شہروں میں خواتین میں بیداری پیدا کرنے کا عملی حصہ لیتی ہیں۔ چنانچہ دہلی، مدراس، اورنگ آباد وغیرہ میں آپ نے انجمن خواتین قائم فرمائی ہیں،

صدر النسا، بیگم (نواب ممتاز یار الدولہ) نے آل انڈیا

مسلم لیڈیز کانفرنس کی صدارت فرمائی ہیں، اور حیدرآباد کے اکثر زنانہ جلسوں کی بھی صدارت کی ہے،

اسی طرح عظمت النساء بیگم دختر ممتاز یار الدولہ قابل تذکرہ ہیں جنہوں نے اپنے مرحوم شوہر مسٹر مظہر الدین سابق ناظم ٹپہ کے ساتھ ہندوستان کے مختلف شہروں میں کئی جلسوں کی صدارت فرمائی ہے اور عملی حصہ لیا ہے،

مسز کرنیلیس، اور مسز صوفی نے آل انڈیا ویمنس کانفرنس کے سکریٹری کے فرائض کئی سال تک انجام دئے ہیں،

کئی خواتین باہر کی کانفرنسوں میں بطور نمایندہ شریک ہوئی ہیں مثلاً آل انڈیا ویمنس کانفرنس میں حسب ذیل خواتین مختلف سنہ میں شریک ہوئیں ہیں،

مسز راجہ وینو گوپال پلے، جنہوں نے اس کانفرنس کے علاوہ کئی دوسرے کانفرنسوں میں بھی نمایندگی کی خدمت انجام دی ہے

مسز پادشاہ بیگم ، اور مسز کرنیلیس علاوہ اپنی متذکرہ خدمتوں کے کئی مرتبہ نمایندہ ہوئی ہیں، بیگم سید امیر حسن (سابق اول تعلقدار) بیگم سید محمد تقی (نائب ناظم آبکاری) اور بیگم (سید علی اکبر صدر مہتمم تعلیمات) نے بھی ویمنس کانفرنس میں نمایندگی کی ہے،

صفحات گزشتہ میں حیدرآبادی خواتین کی ترقی کا
ایک خاکہ پیش کیا جا چکا ہے، جس کی بنا پر حیدرآباد
اوج ترقی پر پہونچنے کے زینے جلد جلد طے کرتا جا رہا
ہے، کسی ملک کی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ اس کی خواتین ہیں،
مرد چاہے ہزار کوشش کریں جب تک عورتیں ان کی تائید
و اعانت نہ کریں حقیقی کامیابی کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی،

ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ علمی و معاشرتی اور
اجتماعی زندگی کے ہر میدان میں خواتین فتح مندی کے
نقارے بجانے لگی ہیں، ہمارے ملک کی خواتین نے اپنی
زندگی کو ایک حیات طیبہ بنانے کی کوشش کی جو ابتدا کی
ہے، وہ ایک درخشاں مستقبل کا پیش خیمہ ہے، لیکن یہ مستقبل
خوش آئند نہیں ہو سکتا اگر ہم ترقی و تجدد کے سارے

لائحۂ عمل کو مغربی خیالات کے زیر اثر مرتب کریں، دنیائے
مغرب کی تغیر پذیر فضا میں جو تجربے ہو رہے ہیں، اُن کو
ہم اگر قطعی نتائج قرار دے لیں تو خود کشی کے مرادف ہوگا
مشرقی تہذیب تجربہ کی کسوٹی پر صدیوں سے پوری اترتی
آئی ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ ہر قدیم دستور و طریقہ میں
امتداد زمانہ کی وجہ سے کچھ نہ کچھ خرابیاں پیدا ہو جاتی
ہیں صحت مند اقوام نئے اثرات کے تحت وہ خرابیاں
دور کر دیتی اور خوبیاں پیدا کر لیتی ہیں،

مشرقی تہذیب و معاشرت کی بعض فرسودہ اور نامناسب
پہلوؤں کو جدید مغربی خیالات کے زیر اثر دور کرنے اور اس
طرح ہماری عام معاشرتی اور گھریلو زندگی کو نئے سانچے میں
ڈھالنے کے لئے سارے مشرق میں حیدر آباد ہی زیادہ
موزوں مقام ہے، آرین، ایرانی، اسلامی اور جدید مغربی
تمدنوں کا حیدر آباد سنگم بن گیا ہے یہ بات کسی اور مشرقی
ملک کو میسر نہیں، ان حالات میں ہمارے ملک کے خواتین
پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اگر وہ چاہتی ہیں کہ مشرقی
دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ بے اطمینانی اور عسرت و تنگ دستی

کی حالت سے باہر نکل آئے تو اُن کو چاہیئے کہ وہ کوئی ایسا نمونہ پیش کریں جو واقعی قابل تقلید ہو، ورنہ یوں محض تقلید مغرب کی خاطر ہم ہر وہ شئے اختیار کریں جو مغرب سے آئی ہے تو حیدرآبادی خواتین اپنی ذمہ داری سے حقیقی طور سے عہدہ برآ نہ ہوسکیں گی،

مساوات، اخوت اور حریت کے بیش قیمت تحفے کوئی مغربی پیدا دار نہیں ہے، ان برکتوں کی شمع مشرق میں روشن ہوئی اور مغرب میں اس کی ضیا بخشی کریں پہونچیں۔

زندگی کے ان جواہر پر مغربی اہل فکر نے جو صیقل کی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ اس سے ان جواہرات کی پہلی چمک دمک ماند ہو جائے، اس حالت میں یہ امر ضروری ہے کہ ہم اپنی آزادی کے حدود کو وسعت دینے سے پہلے یہ دیکھیں کہ اس سے فراغت و خوش حالی کے سامان کس قدر فراہم ہوں گے،

تعلیم نسواں کا جو ذوق و شوق اس وقت ملک کے گوشہ گوشہ میں کافی طور سے پیدا ہو چکا ہے وہ ابھی اپنے ابتدائی زینہ پر ہے، ضرورت ہے کہ ابھی سے اس کو اس سانچے میں

ڈھالا جائے کہ ملک کی حقیقی ضرورتوں کا ارتفاع عمل میں آسکے، ماماگری، آیاگری، معلانی گری، مالنی، وغیرہ جیسے خالص نسوانی پیشوں کو نظری اور عملی تعلیم کے زیر اثر لایا جائے ہمیں اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ تعلیم کا وہ کیسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس کی بدولت ہر پیشے کے مرد کو اس کی شریک زندگی سے اپنے پیشے کے کاروبار میں حقیقی اعانت حاصل ہو سکے، عام قومی صحت اور تنومندی کی خاطر یہ ضروری ہے کہ انائیں اور آیائیں ابتدائی اصول حفظان صحت اور بچوں کے عام رکھ رکھاؤ اور ان کو بحال و خوش رکھنے کے عملی طریقوں سے واقف ہوں اور ان کی نیک چلنی قابل گرفت نہ ہو، ان ضروریات کو روبراہ لانے کے عوض ہماری کوشش وسعی مخلوط تعلیم اور اعلیٰ تعلیم وغیرہ جیسے بے ثمر مباحث میں محدود نہ ہو جانا چاہئے،

اس سے قطع نظر عام طور سے عورتوں کا مستقبل اس وقت خوش آیند ہو سکے گا جب کہ تعلیم نسواں کے نصاب کو ملک کی حقیقی ضرورتوں کے تحت ترتیب دیا جائے، ہمارے لئے ایک ایسے نصاب کی ضرورت ہے کہ جس سے ہماری بہنیں

مشرقی اور مغربی تمدن و تہذیب کی خوبیوں اور برائیوں کو
سمجھنے کے قابل ہو جائیں، ہماری بہنیں تاریک خیالی توہمات
اور جہالت کے گرداب سے نکل آئیں تو اس کے ساتھ ہی
ان میں کامل صحت، بدن کی پوری چستی اور دماغ کی تازگی
بھی باقی رہے، ایک ایسا نصاب تعلیم ضروری ہے کہ جس
سے خواتین کی دماغی اور ذہنی قوی مجلی ہو جائیں تو ساتھ ہی ساتھ
ان کے نسوانی جذبات بھی پورے شباب پر قائم رہیں،
اسکول و کالج میں ان کی تربیت کچھ اس ڈھنگ سے ہو کہ
ماں بننے کے بعد وہ اپنے بچوں کی اس طرح دیکھ بھال کریں
کہ یہی بچے آگے چل کر ایک اعلیٰ تہذیب کی کامل حفاظت
کر سکیں، اور لایق شہری بن سکیں، مذہب، اخلاق، معاشیات
امور خانہ داری، تربیت اولاد، حفظان صحت، موسیقی کو عورتوں
کے نصاب میں خصوصی درجہ حاصل ہونا چاہئے، بلا شبہہ یہ
مضامین اب بھی ایک حد تک شریک ہیں لیکن ان کے متعلق
کتب نصاب مرتب کرنے میں عورتوں کے مخصوص ضروریات
کا خاص لحاظ ہونا چاہئے، کتب نصاب کی زبان اسلوب
بیان اور طرز استدلال سب میں نسوانیت کے عنصر کو غالب

رہنا چاہئے۔ اگر وہ ایک طرف مغربی تمدن و تہذیب سے واقف ہو کر ملک کے لئے کارآمد ہو جائیں تو دوسری طرف مذہب کے پاکیزہ اصول سے واقف ہو کر اپنی تعلیم یافتگی کو اس طور سے کام میں لائیں کہ قدیم مشرقی عفت و عصمت کو چار چاند لگ جائیں۔

یہ تو تعلیم و نصاب تعلیم کا حال ہوا معاشرت پر بھی اس نقطۂ نظر سے غور کرنا چاہئے، ایک جانب کے انتہائی تشدد اور دوسری جانب کی انتہائی سہولت پسندی ملک کے لئے نقصان رسانی کا باعث ہے، پردہ، نکاح بیوگاں، کمسنی کی شادی، طلاق و خلع، شادی بیاہ وغیرہ کے جیسے مسائل میں اسلام نے آج سے بہت پہلے واضح طور سے دنیا کی رہبری کر دی ہے اگر ان کو پس پشت ڈال دیا جائے تو وہ ہماری ترقی پسندی کی کوئی اچھی علامت قرار نہیں دی جا سکتی،

ہندو برادری کو ان قیود و بند سے نکلنے کے لئے مسلمانوں سے زیادہ ہمت و بلند نظری کی ضرورت ہے کہ بچپن کی شادی قطعاً بند کر دی جائے، عقد بیوگاں کے لئے نہ صرف ہندو برادری بلکہ ہمارے مسلم طبقہ بھی اپنے اسلاف کے عمل کو

پیش نظر رکھیں اور قوانین اسلام کی پابندی کرنے کی شدید ضرورت ہے اسی طرح طلاق اور خلع کے صحیح طریقوں پر عمل در آمد ہونا ازبس لازمی ہے، مہر کی مقدار کو کم کرنے اور شادی کو حقیقی معنوں میں خانہ آبادی بنانے کی انتہائی تدبیر عمل میں لانی چاہیئے۔

تعلیم اور اچھی معاشرت کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ ان سے اپنی حقیقت پہچاننے ذات پسندی، اور خود پرستی کے گرداب سے نکل کر عام انسانی مواسات اور خدمت خلق کا وہ جذبہ پیدا کرے جس کی بدولت انسانی روح اس اوج و رفعت پر پہونچ جائے جہاں رنج و الم اور فکر و کدورت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، یہ منزل اس وقت طے ہوتی ہے جب کہ ہر انسان اپنے عادات و خیالات کو بے لگام نہ چھوڑ دے اخلاق کی خوبی خصائل کی عمدگی، اور ضمیر کی راستی یہ وہ بلند اور اعلیٰ اوصاف ہیں جن کو ہر انسان کی زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے، اگر ہمارے ملک کی خواتین نے اس منزل کو سر کرنے کی کوئی اچھی بنیاد ڈال دی تو اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جائیں گی فقط نصیرالدین ہاشمی

اشاریہ اسمائے خواتین

(ش)

تمت

جملہ خواتین ۲۵۳

نصیر الدین ہاشمی
حیدرآباد دکن

ضمیمہ ملازمتیں
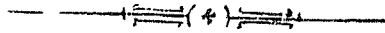
مدارس اور صیغہ طبابت کے علاوہ جو خواتین دیگر سرکاری سررشتوں میں ملازم ہیں اُن کے متعلق صراحت اپنے مقام پر کر دی گئی ہے، اس موقع پر ایک مزید خاتون کے متعلق اضافہ کیا جاتا ہے، مس لیلا منی بی اے (آکسن) مسز سروجنی نائیڈو کی چھوٹی دختر ہیں "وفاق" کے کاروبار کے سلسلہ میں گزٹیڈ خدمت پر مامور ہوئی ہیں، اور ماہوار (سماتااللہ) قرار پائی ہے،

آپ پہلی خاتون ہیں جن کو اس قسم کی کوئی خدمت ملی ہے۔

مؤلف کی دیگر کتابیں

(۱) ذکر نبی آنحضرت صلعم کی مقدس سیرت کے سات مختلف عنوانات پر مضامین کا مجموعہ، چھوٹی سائز (۱۱۶) صفحات کتابت طباعت، عمدہ، مجلد (عصہ) غیر مجلد (۱۲ر)

(۲) یورپ میں دکھنی مخطوطات۔ انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور فرانس میں جس قدر دکھنی مخطوطات محفوظ ہیں، ان کی تفصیلی صراحت کیگئی ہے، اس کے مطالعہ کے بعد پھر اصلی مخطوطات کے دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، مشاہیر یورپ و ہندوستان نے بہترین آرا کا اظہار کیا ہے، رائل سائز، (۲۱۴) صفحات کاغذ و طباعت دیدہ زیب مجلد (مہ) غیر مجلد (للعہ)

(۳) حضرت امجد کی شاعری حکیم الشعرا حضرت سید احمد حسین صاحب امجد مدظلہ کی شاعری پر تبصرہ اور آپ کے ہر قسم کے کلام کا نمونہ درج ہے نواب سر امین جنگ بہادر نے پیش لفظ لکھا ہے۔
پونیہ سائز (۱۰۰) صفحات کاغذ و طباعت عمدہ ۔۔۔۔ (عصہ)

(۴) مکتوبات امجد۔ حضرت امجد کے مکتوبات، جو تصوف، اخلاق

اور ادب کا گنجینہ ہیں، نواب جیون یار جنگ بہادر نے پیش لفظ لکھا ہے، پونیہ سائز (۶۰) صفحات کاغذ و طباعت عمدہ ... (۱۰/)

(۵) رہبر سفر یورپ سفر یورپ کے خواہش مندوں کے لئے ایک ضروری کتاب ہے، چھوٹی سائز (۹۰) صفحات ... (۱۲/)

(۶) دکن میں اُردو۔ مؤلف کا شہ کار، جس کے صلہ میں مؤلف کو یورپ کو روانہ کیا گیا، دکن میں اُردو کی ابتدا اور ارتقار کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے اب تیسری مرتبہ بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کے بعد طبع ہو رہی ہے۔

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ ابراہیمیہ محی الدین بلڈنگ عابد روڈ حیدرآباد دکن

(۲) شمس المطابع عثمان گنج نظام شاہی روڈ ،،

(۳) مکتبہ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی

(۴) غلام دستگیر تاجر کتب عابد روڈ حیدرآباد